اُردو کیسے لکھیں

(صحیح املا)

رشید حسن خاں

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دہلی

اُردو کیسے لکھیں

(صحیح املا)

رشید حسن خاں

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ
نئی دہلی

صدر دفتر
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ
جامعہ نگر، نئی دہلی
110025

شاخ
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ
اردو بازار، دہلی
110006

شاخ
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ
پرنس بلڈنگ، بمبئی
400003

شاخ
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ
یونیورسٹی مارکیٹ علیگڑھ
202001

پہلا اڈیشن — اگست ۱۹۷۵ء — قیمت: =/۴

لبرٹی آرٹ پریس (پروپرائٹرز، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ) پٹودی ہاؤس دریا گنج دہلی میں طبع ہوئی

انتساب

محمد حسین حسّان ندوی (مرحوم)

کے نام

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے

فہرست

پیش لفظ

پیامِ تعلیم، بچّوں کا معروف اور مقبول رسالہ ہے۔ محمد حسین حسّان ندوی مرحوم اِس رسالے کے اِڈیٹر تھے (خدا اُن کی قبر کو ٹھنڈا رکھے)۔ مرحوم بڑے وضع دار اور شفیق بزرگ تھے اور مجھ پر خاص طور سے مہربان تھے۔ اُنھوں نے بارہا مجھ سے فرمایش کی کہ پیامِ تعلیم کے لیے بھی کچھ لکھوں، مگر میری کم فرصتی آڑے آتی تھی اور میں ہمیشہ اعترافِ قصور کے دامن میں پناہ ڈھونڈا کرتا تھا۔ مکتبۂ جامعہ میں ایک اور بزرگ ہیں سیّد احمد ولی صاحب، جو میرے ہم وطن بھی ہیں اور اِس نسبت سے شفقت اور سرزنش، دونوں کا حق اُنھیں حاصل ہے۔ اِن دونوں حضرات کو یہ بات معلوم تھی کہ میں املا کے موضوع پر ایک مدّت سے کچھ کام کر رہا ہوں۔ اِن دونوں حضرات نے فرمایش کی میں املا ہی کے موضوع پر بچّوں کے لیے کچھ لکھوں۔ اِس طرح پیامِ تعلیم میں "حرفوں کا جادو" کے عنوان سے اردو املا سے متعلّق مضامین کا سلسلہ شروع ہوا۔ اِس سلسلے کی پہلی قسط مئی ۱۹۷۲ء کے شمارے میں شائع ہوئی تھی۔ جون ۱۹۷۳ء تک اِس کی کئی قسطیں چھپیں۔ طلبہ، اساتذہ اور اہلِ نظر نے اُن مضامین کو بہت پسند کیا تھا۔ مگر پھر وہ سلسلہ رُک گیا۔ بات یہ تھی کہ اسی زمانے میں متعدّد احباب کی فرمایش پر میں نے املا سے متعلّق منتشر یادداشتوں کو، کتاب کی صورت میں مرتّب کرنا شروع کر دیا تھا۔ املا کے موضوع پر میں ۱۹۶۰ء کے آخر سے کام کر رہا تھا اور دس بارہ سال کے بعد، وہ مرحلہ آگیا تھا کہ اِس موضوع پر ایک مفصّل کتاب پیش کی جا سکے۔ اِس کتاب کے مکمل مسودے کو، ترقیِ اردو بورڈ کی املا کمیٹی کے سامنے پیش کیا گیا اور اُس کی منظوری کے بعد،

ترقّیِ اردو بورڈ کی طرف سے 'اُردو املا' کے نام سے وہ کتاب شائع ہوئی، جو سات سو سے زیادہ صفحات پر مشتمل ہے۔ املا کے موضوع پر یہ اُردو میں پہلی مفصّل کتاب ہے۔

اِس کتاب کو عام طور پر پسند کیا گیا، مگر متعدد حضرات نے یہ رائے ظاہر کی یہ کتاب، جو اہم تفصیلات کا مجموعہ ہے؛ ابتدائی درجوں کے طلبہ کے مطلب کی چیز نہیں۔ وہ اِس سے استفادہ نہیں کر سکتے۔ اِس لیے مناسب یہ ہوگا کہ طلبہ کے استفادے کے لیے ایک مختصر سی کتاب مرتّب کی جائے، جس میں تفصیلات سے قطعِ نظر کرکے، اصل قاعدوں کو آسان زبان میں لکھا جائے اور اُن قاعدوں کے تحت ضروری مثالوں کو بھی جمع کر دیا جائے۔ اِس سے طلبہ کو بہت فائدہ پہنچے گا، اور عام لوگ بھی اُس سے فائدہ اُٹھا سکیں گے۔ 'پیامِ تعلیم' میں بہت کچھ چھپ چکا ہے، اور مفصّل کتاب بھی موجود ہے؛ اب ایک مختصر کتاب کی تیاری کچھ مشکل نہیں۔

میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ کیوں نہ 'پیامِ تعلیم' میں شائع شدہ مضامین پر نظرِ ثانی کی جائے، ضروری اضافے کیے جائیں اور ایک مختصر سی کتاب مرتّب کر دی جائے۔ اصل کتاب 'اُردو املا' خاصی ضخیم کتاب ہے اور اُس سے طالبِ علم کما حقّہٗ استفادہ نہیں کر سکتے۔ اِس طرح ایک ضروری کام کی تکمیل بھی ہو جائے گی اور وہ سلسلہ جو مرحوم حسین صاحب کی فرمائش پر شروع ہوا تھا، مکمل بھی ہو جائے گا اور یہ بہترین ہدیۂ عقیدت ہوگا جو مرحوم کو پیش کیا جا سکے گا۔ مرحوم نے اِس سلسلے کے مضامین کی اہمیت کو شروع ہی میں محسوس کر لیا تھا اور اِسی لیے اُن کی خواہش تھی کہ یہ سلسلہ مکمل ضرور ہو جائے تاکہ طلبہ اِس سے صحیح طور پر فائدہ اُٹھا سکیں۔ یہ واقعہ ہے کہ ابتدائی درجوں کے طالبِ علم اِس کے صحیح مخاطب ہیں، کیوں کہ صحیح یا غلط املا کی مشق شروع کی تعلیم ہی میں کرائی جا سکتی ہے۔ یہی وہ منزل ہوتی ہے جب ذہن اور یادداشت کے سادہ و صاف آئینے پر لفظوں کی صورتوں کے نقش مرتسم ہونا شروع ہوتے ہیں جن کو طالبِ علم اور اُستاد کے قلم کی جنبشیں معرضِ وجود میں لایا کرتی ہیں۔ اِس منزل پر اصلاح نہ ہو، تو پھر اصلاح کے مواقع بہت کم آتے ہیں اور اکثر صورتوں میں نہیں آتے ہیں، کیوں کہ عادت اپنا اثر دکھانے لگتی ہے۔

یہ وضاحت ضروری ہے کہ اِس کتابچے میں نہایت اختصار کے ساتھ قاعدوں کو لکھا گیا ہے۔ مفصّل بحثوں کے لیے اصل کتاب 'اُردو املا' کو دیکھنا چاہیے، جسے ترقّیِ اُردو بورڈ کی املا

کمیٹی منظور کر چکی ہے اور جو کچھ عرصہ پہلے شائع بھی ہو گئی ہے۔ صحتِ املا اور اصلاحِ املا کے سلسلے میں اب سے پہلے جو اہم تجاویز پیش کی گئی تھیں، اُن کا ذکر بھی اُردو املا میں ملے گا۔ اِس کتابچے میں ایسی تفصیلات کا ذکر ضروری نہیں سمجھا گیا۔ البتّہ اختصار کے ساتھ یہ عرض کر دیا جائے کہ ۱۹۴۳ء میں انجمن ترقیِ اُردو نے اصلاحِ املا کے سلسلے میں ایک کمیٹی مقرّر کی تھی جس کی رپورٹ ۱۹۴۴ء کے رسالۂ اُردو میں شائع ہوئی تھی۔ اِس کمیٹی کی سفارشات کو میں نے اپنے کام کی بنیاد بنایا ہے۔ کمیٹی کے کرتا دھرتا اصلاً ڈاکٹر عبدالسّتّار صدّیقی مرحوم تھے۔ اُنھوں نے کئی مضامین بھی اِس سلسلے میں لکھے تھے۔ میں نے صدّیقی صاحب مرحوم کے اُن مضامین سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔ اِس کتابچے میں جو کچھ لکھا گیا ہے، وہ اصلاً انجمن ترقیِ اُردو کی مذکورہ تجاویز اور ڈاکٹر صدّیقی مرحوم کی نگارشات پر مبنی ہے۔ ہاں، جو مسائل محرومِ بحث رہ گئے تھے، اُن کا اضافہ کیا گیا ہے۔

چونکہ پیامِ تعلیم میں اِس سلسلے کا آغاز حسین حسّان صاحب مرحوم کی فرمائش پر ہوا تھا، اور اب اُسی سلسلے کو ترمیم اور اضافوں کے ساتھ کتابی صورت میں پیش کیا جارہا ہے؛ اِس لیے اِس کا انتساب بھی اُنھی کے نام کیا گیا ہے۔ شاید اِس طرح اُس کوتاہی کی بھی تلافی ہو سکے کہ میں مرحوم کی زندگی میں اِس سلسلے کو مکمل نہیں کر سکا۔ میں مخدومی ڈاکٹر یوسف حسین خاں کا خاص طور سے منّت پذیر ہوں جن کی حوصلہ افزائی اور فرمائش نے اِس کتابچے کی ترتیب پر آمادہ کیا ـــ جناب غلام ربّانی تاباںؔ اور جناب سکندر علی وجدؔ نے مفید مشوروں سے نوازا اور اِس کتابچے کی ترتیب کے سلسلے میں مدد کی، دونوں حضرات کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔ ع ابھی کچھ لوگ باقی ہیں جہاں میں ــ مکتبۂ جامعہ کے جنرل مینجر اور اپنے کرم فرما شاہد علی خاں صاحب کا بہ طورِ خاص ممنون ہوں کہ موصوف نے کاغذ کی کم یابی کے اِس دَور میں، اِس کتابچے کو اہتمام کے ساتھ شائع کرنا منظور کیا۔ شاہد صاحب کو اِس موضوع سے جو دل چسپی ہے، یہ اہتمام اُسی کا نتیجہ ہے۔ توقّع کرتا ہوں کہ طلبہ اِس کتاب سے فائدہ اُٹھائیں گے اور حسین صاحب مرحوم کو دعاے خیر سے یاد کریں گے، جن کی فرمائش پر اِس سلسلے کا آغاز ہوا تھا اور شاہد صاحب کا شکریہ ادا کریں گے جن کی توجّہ نے طباعت کے مرحلے کو آسان کیا۔

رشید حسن خاں
شعبۂ اُردو، دہلی یونی ورسٹی، دہلی

املا اور رسمِ خط دو چیزیں ہیں۔ کسی لفظ کو ٹھیک لکھا جائے، یعنی اُس لفظ میں جتنے حرف آنا چاہییے اور جس ترتیب سے آنا چاہییے، اُسی طرح آئے ہوں اور اُن حرفوں کے جوڑ پیوند بھی ٹھیک ہوں، تو کہا جائے گا اِس لفظ کا املا درست ہے۔ اگر اِس کے خلاف ہوگا تو کہا جائے گا کہ املا غلط ہے۔ املا کی تعریف یوں بھی کی گئی ہے کہ املا "لفظوں کی صحیح تصویر کھینچنا ہے"۔ اور اِس بات کو یوں بھی کہا گیا ہے کہ "املا، لفظ میں صحیح صحیح حرفوں کے استعمال کا نام ہے"——"جو طریقہ اُن حرفوں کو لکھنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، وہ "رسمِ خط" کہلاتا ہے"—— املا اور رسمِ خط میں وہی نسبت ہے جو مثلاً پھول میں اور اُس کے رنگ اور خوش بو میں ہوتی ہے۔ پھول نہ ہو تو نہ رنگ کا وجود متعین ہو پائے گا، نہ خوش بو کو ٹھکانا ملے گا۔

یہ بات ذہن میں رہنا چاہیے کہ رسمِ خط میں اصلاح نہیں ہوتی۔ وہ یا تو رہے گا یا نہیں رہے گا۔ حرفوں کی صورتیں تو بدلیں گی نہیں، اِس لیے رسمِ خط بھی نہیں بدلے گا۔ اصلاح املا میں ہو سکتی ہے۔ املا میں تصحیح کی یوں ضرورت پڑا کرتی ہے کہ اَن جانے میں یا کسی اور وجہ سے کچھ لوگ بعض لفظوں کو غلط طور پر لکھنے لگتے ہیں۔ شروع شروع میں چند ہی لوگ ہوتے ہیں، مگر بعد کو اُنھی دو چار یا دس بیس کا لکھا ہوا سند بننے لگتا ہے اور بہت سے لوگ غلطیاں کرنے لگتے ہیں۔ جیسے ایک لفظ ہے "منہدی"، جس طرح "مُنہ" یا "مینھ" میں ن، ہ سے پہلے لکھا جاتا ہے، اُسی طرح "منہدی" میں بھی ن کو ہ سے پہلے لکھنا چاہیے۔ یہ بہت صاف اور سادہ بات ہے، مگر کچھ لوگ ن کو ہ کے بعد لکھتے ہیں (مہندی)۔ ظاہر ہے کہ یہ ٹھیک نہیں۔ یہی ہوا ہوگا کہ ابتدا میں دو چار آدمیوں

نے اِس لفظ کو اِس طرح لکھا ہوگا اور پھر کچھ لوگ اِس طرح لکھنے لگے، اور یہ کسی نے نہیں سوچا کہ اِس لفظ کا صحیح املا کیا ہے؟

اِس طرح کی گڑبڑ کی ایک خاص وجہ یہ بھی ہے کہ لفظوں میں اکثر حرف ملا کر لکھے جاتے ہیں اور اِس ضرورت سے زیادہ حرف چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ اب اِسی "منہدی" کو دیکھیے، اِس میں پانچ حرف ہیں، ایک ی تو سالم ہے، باقی چار حرف کچھ نہ کچھ صورت بدل کر آئے ہیں۔ اِس وجہ سے اِس کا امکان رہتا ہے کہ بے توجہی کے سبب سے، نہ جاننے کے باعث یا جلدی میں کسی حرف کی جگہ بدل جائے۔ کچھ صورتوں میں اِس کا بھی امکان رہتا ہے کہ حرف ہی بدل جائے یا کوئی حرف کم ہو جائے یا زیادہ ہو جائے۔ مثلاً "لیے" میں ایک لام اور دو ی ہیں (ل ی یے)، اِس کو "لئے" اور "لیئے" بھی لکھا جاتا ہے۔ یا جیسے ایک لفظ "پانو" کو چار طرح لکھا جاتا ہے: پانو، پاؤں، پانوں، پانؤں۔ یا جیسے ایک شخص "اڈیٹر" لکھتا ہے، دوسرا اِسی کو "ایڈیٹر" سمجھتا ہے۔ یا جیسے ایک شخص "پایل" لکھتا ہے اور دوسرا "پائل"۔ یا جیسے صحیح لفظ "ازدحام" ہے، اِس کو "اژدہام"، "ازدہام" اور "اژدحام" بھی لکھ دیا جاتا ہے۔ یا جیسے حضرت ابراہیمؑ کے والد یا چچا کا نام "آزر" ہے، اِس کو "آذر" فرض کر لیا جاتا ہے اور "زخّار" کو "ذخّار" بنا دیا جاتا ہے۔ یا جیسے پیش کرنے اور عرض کرنے کے معنی میں ایک لفظ ہے "گزارش"، اِس میں ز ہے، مگر اِس کو "گذارش" بھی لکھا جاتا ہے اور اِس کے برعکس "گذشتہ" کو "گزشتہ" بنا لیا جاتا ہے، اور "گزرنا" کو "گذرنا" بھی لکھا جاتا ہے —— کسی بھی زبان کے لیے اور اُس کے لکھنے والوں کے لیے یہ کچھ فخر کی بات نہیں کہ معمولی معمولی لفظوں کو صحیح طور پر نہ لکھا جائے۔ یا ایک ہی لفظ کو کوئی کسی طرح لکھے اور کوئی کسی طرح، اور یہ بات ٹھیک نہ معلوم ہو کہ صحیح صورت کیا ہے؟

جس طرح بولنے والے کو لفظ کے معنی معلوم ہونا چاہیے، اُسی طرح لکھنے والے کو لفظ کا املا معلوم ہونا چاہیے۔ جس طرح "قلم" کی جگہ "پنسل" بولنا صحیح نہیں، اُسی طرح "قلم" کو "کلم" لکھنا بھی درست نہیں ہوگا۔ اگر ایک شخص "پان" کو "بان" کہے، تو کہا جائے گا کہ تلفّظ بگڑ گیا؛ اِسی طرح اگر "چونہ" اور "کتھّہ" لکھا جائے تو کہا جائے گا کہ املا غلط ہو گیا؛ کیوں کہ صحیح املا "چونا" اور "کتھّا"

ہے۔ اضافت کی صورت میں لفظ کے آخری حرف پر زیر آجاتا ہے۔ یہ مانا ہوا قاعدہ ہے۔ "منزل" اور "زندگی" یہ دو لفظ ہیں، اضافت کی صورت میں مثلاً "منزلِ مقصود" لکھا جائے گا، اگر اس کو "منزلِ مقصود" لکھا جائے، تو ہر شخص یہی کہے گا کہ املا غلط ہو گیا۔ اسی طرح "زندگیِ جاوید" لکھا جائے گا۔ اس کو بھی اگر "زندگیٔ جاوید" لکھا جائے تو "منزلِ مقصود" کی طرح اس کا املا بھی غلط ہو جائے گا؛ مگر ایسی غلطیاں اکثر دیکھنے میں آتی رہتی ہیں۔ لفظ "معمّا" تو سبھی نے سُنا ہوگا۔ بہتوں نے تو معمّے حل بھی کیے ہوں گے۔ یہ تو آپ جانیں کہ یہ "کھیل" کیسا ہے، مناسب یا غیر مناسب؛ مگر فانی کے اِس مشہور شعر کو اگر آپ نے یوں لکھ دیا:

"اِک معمّہ ہے سمجھنے کا نہ سمجھانے کا　　زندگی کاہے کو ہے، خواب ہے دیوانے کا"

تو یہ ضرور کہا جائے گا کہ پہلے مصرعے میں ایک لفظ کا املا غلط ہے۔ "معمّہ" کوئی لفظ نہیں، اِس کی صحیح صورت "معمّا" ہے۔ یعنی پہلے مصرعے کو یوں لکھنا چاہیے تھا، ع: اِک معمّا ہے سمجھنے کا نہ سمجھانے کا۔ اضافت کی صورت میں اس کو (مثلاً) "معمّاے حیات" لکھا جائے گا۔ فرض کر لیجیے کہ کسی شعر میں یہ مرکب آگیا اور لکھنے والے نے اِس کو "معمّۂ حیات" لکھ دیا تو مصرع ہی بحر سے خارج ہو جائے گا۔

یہ مانی ہوئی بات ہے کہ شروع شروع میں بچّے کی آنکھیں جن صورتوں کو بار بار دیکھتی رہتی ہیں تو ذہن کے سادہ و صاف ورق پر وہ نقش اُسی طرح ثبت ہو جاتے ہیں۔ یہی حال املا کا ہے۔ ابتدائی تعلیم کے زمانے میں جب املا کی خاص طور پر مشق کرائی جاتی ہے اور بہت سے لفظوں کے ہجّے بھی کرائے جاتے ہیں تو اکثر لفظوں کی تصویر ذہن کے پردے پر اُتر آتی ہے۔ کتاب میں جو لفظ جس طرح لکھا ہوا ہے، طالبِ علم اُس لفظ کو اُسی طرح لکھنا سیکھے گا۔ یا پھر یہ ہوگا کہ اُستاد تختۂ سیاہ پر یا کاپی پر (اصلاح کے ذیل میں) جس طرح لکھے گا، شاگرد اُس لفظ کا وہی املا سیکھے گا اور اُسی کو صحیح سمجھے گا۔ اس کا سیدھا سا مطلب یہ ہوا کہ نصابی کتابوں میں ہر لفظ کا املا بالکل صحیح چھپا ہوا ہونا چاہیے اسی کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ اُن کتابوں کو پڑھانے والا بھی الفاظ کو اُسی طرح لکھتا ہو۔ اِس مکمّل یک سانی کے بغیر، املائی صحّت کا فائدہ حاصل نہیں ہو سکے گا۔ فرض کر لیجیے کہ کتاب میں "گاؤں" چھپا ہوا ہے اور اُستاد اپنے قلم سے "گانو" لکھتا ہے، تو وہ طالبِ علم کیا کرے گا؟ اُس کا ذہن اُلجھے گا کہ نہیں؟ اِس لیے یہ بہت ضروری ہے کہ لکھنے والے کو ہر لفظ کا صحیح املا معلوم ہو۔ اِس کے ساتھ ساتھ

صحتِ املا سے متعلق اور ضروری باتیں بھی اُس کے علم میں ہوں۔

۲

اُردو میں دو خط رائج ہیں: خطِ نسخ، خطِ نستعلیق۔ اِس معنی میں "خط" اصطلاحی لفظ ہے، لکھاوٹ کی کسی خاص روِش کے لیے اِس لفظ کو استعمال کیا جاتا ہے۔ ہر زبان کا رسمِ خط تو ایک ہی ہوتا ہے مگر لکھاوٹ کے انداز ایک سے زیادہ ہو سکتے ہیں۔ ایک مثال سے اِس کا اچھی طرح اندازہ کیا جاسکے گا: انگریزی کی چھپی ہوئی کتابوں کو آپ دیکھتے ہی ہوں گے اور پڑھتے بھی ہوں گے اور پھر خود بھی انگریزی عبارت کو اپنے قلم سے لکھتے ہوں گے؛ دونوں جگہ لکھاوٹ کا ڈھنگ مختلف ہوتا ہے۔ رسمِ خط ایک ہی ہے، انداز دو ہیں۔

اُردو میں ٹائپ کی چھپائی خطِ نسخ میں ہوتی ہے، باقی سب کاموں کے لیے خطِ نستعلیق کو استعمال کیا جاتا ہے۔ روزمرہ کے سارے کام (خط لکھنا، حساب کتاب وغیرہ) اِسی خط میں انجام پاتے ہیں۔ طالبِ علم شروع ہی سے خطِ نستعلیق کو سیکھتا ہے اور پھر عمر بھر اِسی خط میں سب کچھ لکھتا رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صحتِ املا میں اصل اہمیت اِسی خط کی ہے۔ ایک خط اور تھا، جس کا نام تھا "خطِ شکستہ"؛ دفتروں میں اُس کا چلن تھا۔ تیز لکھائی کے لیے یہ کارآمد تھا۔ اِس میں لمبی لمبی آڑی ترچھی کششیں ہوتی تھیں اور بہت سے حرف ایک دوسرے سے ملاکر لکھے جاسکتے تھے۔ اب اِس کا نام رہ گیا ہے۔ وہ دفتر ہی نہیں رہے۔ ہاں پرانے کاغذوں میں اور کبھی کبھار تھانے کی رپٹوں میں اِس کی صورت دیکھنے میں آجاتی ہے۔ اور ہاں، یہ جو بہت سے لوگ لکھتے لکھتے "گھسیٹ" میں لکھنے لگتے ہیں، یہ اُسی خطِ شکستہ کا اثر ہے۔ وہ خط تو چلن میں نہیں رہا، اُس کے بعض اثرات عام لکھائی میں باقی رہ گئے ہیں۔

خطِ نسخ اور خطِ نستعلیق میں حرفوں کے جوڑ ذرا الگ الگ ڈھنگ سے لگتے ہیں۔ اِس کے علاوہ، نسخ میں حرفوں کے دائروں میں چپٹاپن ہوتا ہے۔ اِس کے برخلاف، نستعلیق کے دائروں میں بیضاویت یا گولائی ہوتی ہے۔ اور بھی فرق ہیں۔ خطِ نسخ اصل میں عرب کی دین ہے۔ عربوں کی زندگی

میں (اُس زمانے میں) سادگی تھی، علاقہ بھی کچھ ایسا ہی تھا، اُسی انداز کی سادگی اور یک سانی اِس خط میں بھی ہے۔ خطِ نستعلیق ایران سے آیا ہے اور اِس میں ایرانی مزاج کی نفاست پسندی، صنّاعی، حُسن پسندی اور نقش گری کی نمود ہے۔ نسخ میں قلم بدلتا نہیں، شروع سے آخر تک یک سانی رہتی ہے نستعلیق میں لکھی ہوئی عبارت کو دیکھیے تو صاف معلوم ہوگا کہ اِس میں قلم بدلتا رہتا ہے، جس سے کشش میں اُتار چڑھاو نمایاں ہوتا ہے۔ کہیں پورا قلم لگایا جاتا ہے، کہیں نصف، اور کہیں اُس سے کم۔ مثال کے طور پر حرف ج کو ذرا غور سے دیکھیے، صاف معلوم ہوگا کہ اُس کے سر، گردن اور دَور میں قلم کا پیمانہ مختلف ہے۔ یہی صورت ہوتی ہے مختلف حرفوں کے جوڑ میں۔ عام آدمی کا قلم تو بے تکلّفی کے ساتھ چلتا ہے، اِس لیے اِن اُمور کا صحیح طور پر اندازہ نہیں ہوتا، مگر جب خوش نویس کچھ لکھتا ہے تو سارے محاسن پورے طور پر نمایاں ہو جاتے ہیں۔

عرب اور ایران میں جتنے خط ایجاد ہوئے، اُن میں سب سے زیادہ خوب صورتی خطِ نستعلیق کے حصّے میں آئی۔ اِسی وجہ سے اِس کو "عروس الخطوط" بھی کہا گیا ہے۔ خطِ نسخ اور خطِ تعلیق دو پُرانے خط تھے، اِنھی دونوں کے امتزاج سے خطِ نستعلیق کی نمود ہوئی۔ اِس کے نام میں بھی اُن دونوں خطوں کا نشان موجود ہے (نسخ۔ تعلیق = نستعلیق)۔ لفظ "نستعلیق" اُردو میں مہذّب اور متین کا ہم معنی بھی ہے۔ کہتے نہیں ہیں کہ وہ تو بہت نستعلیق ہیں —— یہ بات لکھی جا چکی ہے کہ اُردو میں عام طور پر لکھائی میں خطِ نستعلیق کام آتا ہے اور اِسی لیے جب صحتِ املا کی بات کی جاتی ہے تو حرفوں کے جوڑ پیوند کی حد تک خطِ نستعلیق ہی زیرِ بحث ہوتا ہے۔ یہ بات ذہن میں رہنا چاہیے۔

۳

لفظ، مجموعہ ہوتا ہے حرفوں کا، وہ دو حرف ہوں یا زیادہ۔ ایسے حرف زیادہ ہیں جو ملا کر لکھے جا سکتے ہیں۔ حرفوں کو ایک دوسرے سے ملا کر لکھنے کے لیے ضروری ہے کہ اُن کو چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کی صورت میں لایا جائے۔ جیسے ایک حرف ہے ب، جب یہ لفظ کے آخر میں آتا ہے تو اِس کو اِسی طرح لکھا جاتا ہے، جیسے: اب، جب۔ مگر جب یہ شروع میں یا بیچ میں آتا ہے تو الگ الگ حرفوں کے ساتھ، اِس کی الگ الگ شکلیں بن جاتی ہیں، جیسے: بت، بج، بس۔ اب اِس حرف کی چار

شکلیں ہوئیں: ب، ب، بہ، بر۔ بہت سے حرف اسی طرح شکلیں بدلتے ہیں۔ کسی لفظ میں بس دو۲ حرف ہوں، تو عام طور پر اس کے لکھنے یا پڑھنے میں اُلجھن نہیں ہوتی۔ اگر کوئی لفظ تین یا چار یا اور زیادہ حرفوں کا مجموعہ ہو تو اُلجھن پیدا ہو سکتی ہے۔ مثلاً ایک لفظ ہے "بنتا"، اِس میں چار حرف ہیں۔ شروع کے تین حرف (ب، ن، ت) ایک ہی گروپ کے ہیں، اِن کے جوڑ ایک ہی طرح لگتے ہیں، یعنی یک ساں شوشوں کی صورت میں اِن کو لکھا جاتا ہے، بس نقطوں کی مدد سے اِن کو پہچانا جاتا ہے؛ اب اگر نقطے صحیح طور پر نہ رکھے جائیں یا صحیح جگہ پر نہ ہوں، تو ظاہر ہے کہ لفظ کی لکھاوٹ غلط ہو جائے گی۔ کوئی شخص اٹکل سے صحیح پڑھ لے تو پڑھ لے، ورنہ عام طور پر اُس لفظ کو غلط ہی پڑھا جائے گا۔ غلط پڑھا گیا تو معنی بدل جائیں گے یا چوپٹ ہو جائیں گے۔ جیسے ایک لفظ ہے "نبی" (ن، ب، ی) اِس میں ن اور ب کے نقطے ذرا اِدھر اُدھر ہو جائیں تو یہ آسانی کے ساتھ "بنی" (ب، ن، ی) بن سکتا ہے۔ یا جیسے ایک لفظ ہے "رجحان" (ر ج ح ا ن) اِس کو بہ آسانی "رحجان" (ر ح ج ا ن) پڑھا جا سکتا ہے۔ مجھے خوب یاد ہے کہ دسویں درجے کے نصاب میں ایک غزل تھی، جس کے مطلعے کا پہلا مصرع یہ تھا:

ع "دِل مت پٹک نظر سے کہ پایا نہ جائے گا"۔ اِس مصرعے کو بار بار اِس طرح پڑھا گیا: "دل مت ٹپک (ٹ پ ک) نظر سے کہ پایا نہ جائے گا"۔ وجہ یہ تھی کہ کتاب میں یہ لفظ اِس طرح چھپا ہوا تھا کہ ٹ کی ط اور پ کے نقطے اپنی اپنی جگہ سے اِدھر اُدھر ہو گئے تھے ——— مطلب یہ نکلا کہ ہر حرف کے نقطے بالکل ٹھیک جگہ پر ہونا چاہییے۔

اِس کی اہمیت یوں بھی بڑھ جاتی ہے کہ کئی حرف ایسے ہیں جن کو صرف نقطوں کی مدد سے پہچانا جاتا ہے۔ انگریزی، ہندی وغیرہ کے ایسے لفظ جن سے عام طور پر لوگ واقف نہیں ہوتے، ایسے لفظوں کو پڑھنے میں کبھی محض اِس لیے مشکل پیش آتی ہے کہ نقطے صحیح جگہ پر نہیں ہوتے۔ اِس سلسلے میں لوگوں کے اور جگہوں کے نام خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ اُردو رسم خط کی ایک خصوصیت یہ بتائی جاتی ہے کہ اُس میں اختصار کو بہت دخل ہے۔ کم جگہ میں اور کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ الفاظ کو لکھا جا سکتا ہے؛ مگر نقطوں کے بے جگہ ہونے سے یہ خوبی، خامی میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ رسمِ خط کو تو بدلا نہیں جا سکتا، البتّہ اِس کا اہتمام کیا جا سکتا ہے کہ محض نقطوں کی

وجہ سے غلط خوانی کا سامان فراہم نہ کیا جائے۔ جن لوگوں کو پُرانی تحریریں پڑھنے کا اتفاق ہوتا رہتا ہے، اُن کو خوب معلوم ہوگا کہ بہت سے مقامات پر محض نقطوں کے نہ ہونے سے یا غلط جگہ پر ہونے سے، عبارت کو پڑھنا ایک مصیبت سے کم نہیں ہوتا۔ پُرانے لوگ بہت سے نقطوں کو غائب کر دیا کرتے تھے۔ (بہت سے حکیم صاحبان کے نسخوں میں آج بھی اِس کا اہتمام نظر آجائے گا) آج کل نقطوں کو غائب تو نہیں کیا جاتا، مگر بہت سے مقامات پر بے پروائی کی وجہ سے یا جلدی میں، وہ جگہ سے بے جگہ ضرور ہو جاتے ہیں۔ اِس کا خاص طور پر خیال رکھنا چاہیے۔ اگر نقطہ صحیح جگہ پر نہ ہو، تو کہا جا سکتا ہے کہ لفظ کا املا صحیح نہیں۔

---

۴ (الف)

نقطوں کے بعد، دوسری بات یہ ہے کہ حرفوں کے جوڑ ٹھیک ہوں۔ لفظوں میں سالم حرف کم آتے ہیں، زیادہ تر حرفوں کو ملا کر لکھا جاتا ہے اور اِس وجہ سے حرفوں کی شکلیں بدلتی رہتی ہیں۔ یہ بات معلوم ہونا چاہیے کہ کس حرف کا جوڑ کس طرح لگتا ہے اور کہاں پر شوشہ کس طرح نمایاں ہوگا؟ اِس کے لیے دو باتیں ضروری ہیں: ایک تو یہ کہ قلم کو ذرا احتیاط کے ساتھ چلایا جائے اور دوسرے یہ کہ طالبِ علم کو شروع میں مختلف حرفوں کے جوڑوں کی مشق کرائی جائے۔

جیسا کہ لکھا جا چکا ہے، خطِ شکستہ کا چلن اُٹھ گیا۔ اُس میں سارا زور تھا جلدی لکھنے پر، لمبے لمبے ترچھے حرف بنا کرتے تھے (جلدی کا کام ایسا ہی ہوتا ہے)۔ وہ خط تو اب رواج کی دُنیا سے بے دخل ہو چکا ہے، مگر اُس کی کچھ کششیں عام تحریریں میں اُبھر آیا کرتی ہیں۔ یہ دیکھنے میں آتا رہتا ہے کہ عام لکھاوٹ میں بہت سے حرف آڑے ترچھے بن جاتے ہیں، جن میں جوڑ اور نقطے، دونوں کی شکلیں بدل سی جاتی ہیں، بلکہ یوں کہیے کہ بگڑ جاتی ہیں۔ جلدی میں اپنی کاپی میں آپ جو لکھیں اور جیسے لکھیں، آپ جانیں اور آپ کا کام، مگر جب کسی کو خط لکھا جائے، کوئی مضمون لکھا جائے، امتحان کی کاپی میں جوابات لکھے جائیں یا اور کچھ لکھا جائے جو سب کے لیے ہو، تو اِس کا لحاظ رکھنا چاہیے کہ حرفوں کے جوڑ قاعدے کے مطابق ہوں اور شوشے بھی ٹھیک ٹھاک ہوں۔

یہ نہ ہو کہ "صبح" کو "صبح" یا "کسنا" کو "کسنا" لکھ دیا جائے (وغیرہ)۔ اور یہ بھی نہ ہو کہ آپ کی تحریر، پٹواری کا اندراج بن کر رہ جائے، جس کو وہ خود ہی پڑھتا ہے۔ یا وہ اُن حکیم صاحب کا نسخہ ہو، جن کے لکھے کو اُن کے خاص عطّار کے سوا اور کوئی نہیں پڑھ سکتا۔ وہ حکایت تو سُنی ہوگی آپ نے کہ محلّے کا ایک بے پڑھا شخص ایک صاحب کے پاس خط لکھوانے کے لیے آیا۔ اُن صاحب نے کہا کہ بھائی! میں تمھارا خط لکھ تو دیتا، مگر میرے پیروں میں درد ہے، میں چل پھر نہیں سکتا۔ اُس شخص نے حیران ہو کر پوچھا کہ خط لکھنے کو پیروں کے درد سے کیا نسبت ہے؟ جواب میں اُنھوں نے کہا کہ جب میں کسی کو خط لکھتا ہوں تو پھر پڑھنے کے لیے بھی مجھی کو جانا پڑتا ہے۔

کوئی شخص کسی کو بد دعا دے رہا ہو، یا بُرا بھلا کہہ رہا ہو، تو آپ نے دیکھا ہوگا کہ اچھّے خاصے آدمی کا چہرہ مہرہ بدل جاتا ہے، نہیں نہیں، بگڑ جاتا ہے۔ مُنہ کیسا بن جاتا ہے! آنکھیں کیسی بھیانک ہو جاتی ہیں، اور رنگ کیسا بدل جاتا ہے!! زبان کے بگڑنے سے جس طرح چہرہ بگڑ جاتا ہے، اُسی طرح تحریر کے بگاڑ سے لکھنے والے کی شخصیت گہنا جاتی ہے۔ پڑھنے والے کی آنکھیں فوراً دل تک یہ بات پہنچاتی ہیں کہ یہ شخص یا تو اول جلول ہے یا بہت بے پروا ہے۔ یا یہ کہ اِس کے دل میں مکتوب الیہ کے لیے لحاظ اور مروّت کچھ کم ہے۔ سب کا خط اچھّا ہو، اِس کی اُمّید نہیں کرنا چاہیے، مگر یہ مختلف بات ہے۔ خط اچھّا نہ ہو، یہ تو ایک بات ہوئی، اور اول جلول پن کے ساتھ لکھنا، دوسری بات ہے۔ خط جیسا بھی ہو، اگر لفظ میں شامل حرفوں کی ترتیب درست ہے، جوڑ ٹھیک ہیں، نقطے صحیح جگہ پر ہیں اور جلد بازی یا بے پروائی کا پیدا کیا ہوا آڑا ترچھا پن نہیں ہے؛ تو یہ کافی ہے۔

(ب)

ترکیب کا مطلب ہے ایک حرف کا دوسرے حرف سے ملنا۔ یہ تو معلوم ہی ہے کہ لفظوں میں زیادہ حرف ملا کر لکھے جاتے ہیں۔ ترکیب کی تین صورتیں ہوتی ہیں: ترکیبِ سابق، ترکیبِ لاحق،

ترکیبِ طرفین۔[۳]

ترکیبِ سابق کا مطلب یہ ہے کہ حرف اپنے سے پہلے والے حرف کے ساتھ ملے، جیسے "نل" میں لام کا نون سے ملنا۔ ترکیبِ لاحق یہ ہے کہ حرف اپنے سے بعد والے حرف سے ملے، جیسے "جب" میں ج کا ب سے ملنا۔ حرف کا دونوں طرف سے ملنا، ترکیبِ طرفین ہے، جیسے "عجب" میں ج کا ع اور ب سے ملنا۔

نو[۹] حرف ایسے ہیں جو اگلے حرف سے ملا کر نہیں لکھے جا سکتے، یہ حرف ہیں: ا، د، ڈ، ذ، ر، ڑ، ز، ژ، و۔ جب یہ حرف کلمے میں واقع ہوتے ہیں تو وہاں پر اُس لفظ کی ترکیب ٹوٹ جاتی ہے، جیسے مال، وقت، تولنا، دلدار۔ اِس بات کو یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ یہ نو[۹] حرف صرف ترکیبِ سابق کو قبول کرتے ہیں اور ترکیبِ لاحق سے محروم رہتے ہیں اور اِس طرح ترکیبِ طرفین سے خود بہ خود محروم ہو جاتے ہیں۔

ب، پ، ت، ٹ، ث، ن، ي؛ یہ سات حرف، ترکیب کی صورت میں ٹوٹ کر، تین شکلیں اختیار کرتے ہیں:

(۱) جب یہ سات حرف، س، ش، ص، ض، ط، ظ، ع، غ، ف، ق، و، ي؛ اِن بارہ[۱۲] حرفوں کے ساتھ ترکیبِ لاحق کے ساتھ آئیں گے تو اِن کی مختصر صورت ہوگی: ٮ نقطوں کی مدد سے مختلف حرفوں کا تعیّن کیا جا سکے گا۔ جیسے: نس، نص، یس، تو، بط، بع، بق، تف، پس، بی، نے، ٹوپ۔

ہاں، یہ خیال رہے کہ یَ اور یے کے ساتھ اِن سات حرفوں کی یہ صورت (ٮ) اُسی وقت ہوگی جب یَ یا یے لفظ میں آخری حرف کی جگہ پر آئیں، جیسے: نی، بے، پے وغیرہ۔ اگر یَ درمیانِ لفظ میں واقع ہوگی، اُس وقت اِن ساتوں حرفوں کو شوشے کی صورت میں لکھا جائے گا، جیسے تیمار، نیم، تیمّم، بیمار، پیدا۔

(۲) مذکورہ سات حرف (ب، پ، ت ...) جب ج، چ، ح، خ، م؛ اِن پانچ حرفوں کے ساتھ ترکیبِ لاحق کے ساتھ آئیں گے تو اِن کی مختصر شکل ہوگی: ر۔ جیسے: نچ، رنج، نم، تم، نج، ٹم ٹم۔

ہ جب لفظ کے بیچ میں آتی ہے تو اُس کو کہنی دار لکھا جاتا ہے، جیسے: کہنا۔ کہنی دار ہ کے ساتھ بھی اِن ساتوں حرفوں کو اِسی طرح ترکیبِ لاحق دی جائے گی، جیسے: نہتّا، نہانا، تہمت، پہننا، یہاں، نہاں، ٹہلنا ——— ہائے مخلوط (ھ) کے ساتھ بھی یہی صورت ہوگی، جیسے: تھکنا، ٹھونکنا، بھوک، پھونکنا۔

۳) باقی حرفوں کے ساتھ ترکیبِ لاحق میں اِن کو شوشے کی صورت میں لکھا جائے گا، جیسے: بدن، تن، ٹک، نل، یگ ——— ترکیبِ طرفین میں بھی یہ شوشے دار لکھے جاتے ہیں، جیسے: بنا، کٹنا، جتنا۔ جینا۔

ج، چ، ح، خ: یہ ایک گروہ سے تعلّق رکھتے ہیں۔ ترکیبِ لاحق میں اِن کا ابتدائی حِصّہ باقی رہ جاتا ہے، جیسے: جمنا، چلنا، خالو، حاتم۔ یہی صورت ترکیبِ طرفین میں رہتی ہے، جیسے: عجب، پیچیدہ، کچھ، مخمل۔ ترکیبِ سابق میں یہ پورے لکھے جاتے ہیں، جیسے: رنج، نچ، پُنچ، کیچ۔

د، ڈ، ذ: یہ تینوں حرف ایک گروپ کے ہیں، اور یہ صرف ترکیبِ سابق کو قبول کرتے ہیں۔ اِس صورت میں ذراسی تبدیلی یہ ہوتی ہے کہ اِن کا مُڑا ہوا سر، سیدھا ہو جاتا ہے، جیسے: ضد، بد، غدر، عذر۔

ر، ڑ، ز، ژ: یہ بھی صرف ترکیبِ سابق کو قبول کرتے ہیں اور اِس صورت میں اِن میں ایک کشش کا اضافہ ہو جایا کرتا ہے، جس سے آثار پیدا ہو جاتا ہے، جیسے: نظر، کمر، اگر، نیر، ترہ، شرمُردہ، جڑ، رجز ——— دال اور رے کے جوڑ میں ایک فرق یہ بھی ہوتا ہے کہ ر کے سر میں دوسرے حرف کا جوڑ لگایا جاتا ہے، جیسے: نر۔ اور د کے بیچ میں جوڑ لگتا ہے، جیسے: حد۔

س، ش، ص، ض: ترکیبِ لاحق کی صورت میں اِن حروف کا پہلا جُز باقی رہتا ہے، جیسے: سل، شام، صاف، ضعیف۔ یہ خیال رہے کہ ص اور ض میں شوشہ، جزوِ حرف ہے۔ یہ ہمیشہ نمایاں رہے گا، جیسے: صبا۔ اِس کو "صا" نہیں لکھا جا سکتا۔ ترکیبِ طرفین میں بھی یہ اِسی طرح لکھے جائیں گے۔ جیسے: نصف، کشف، نسیم، تضیع،

ترکیبِ سابق میں، باقی حروف کی طرح، پورے لکھے جائیں گے، جیسے : جس، نص، کش۔

ط، ظ : یہ دونوں حرف ہر صورت میں اِسی طرح رہتے ہیں، جیسے : طرح، بلط، نظر۔

ع، غ : ترکیبِ سابق اور ترکیبِ طرفین میں اِن کا سر بند رہتا ہے، جیسے : موقع، تعجّب، مغلوب۔ ترکیبِ لاحق میں اِن کا سر کشادہ رہتا ہے، جیسے : عجب، عادت۔

ف، کا سر ترکیبِ سابق اور ترکیبِ طرفین میں کھُل جاتا ہے، جیسے : کف، قفس — ترکیبِ لاحق میں بند رہتا ہے، جیسے : فرصت —— ترکیبِ لاحق میں ف کی طرح ق کا سر بھی بند رہتا ہے، جیسے : قادر۔ ترکیبِ سابق میں، ف کے برخلاف، ق کا سر بند رہتا ہے، جیسے : بق۔ ترکیبِ طرفین میں ف اور ق دونوں کا سر کھُل جائے گا، جیسے : نفس، نقش، نفع، شفقت۔

ک، گ : یہ دونوں حرف جب الف اور لام کے ساتھ ترکیبِ لاحق میں آئیں گے تو اِن کی صورت یہ ہوگی : کا، کل، گا، گل۔ الف اور لام کے سوا دوسرے حرفوں کے ساتھ ترکیب کی صورت میں اِن کا ابتدائی حصّہ (ک) آئے گا، جیسے : تکنا، ٹھگنا، کٹنا، گپ۔

ل : ترکیب کی صورت میں اِس کا ابتدائی حصّہ باقی رہے گا، جیسے : لانا، نلنا، لکڑی، لگانا۔

م : ترکیبِ لاحق اور ترکیبِ طرفین میں اِس کا پہلا حصّہ باقی رہ جاتا ہے، جیسے : مارنا، مٹنا، چمکنا۔ آخر میں، اور حروف کی طرح، یہ بھی پورا لکھا جائے گا، جیسے : تم۔ یہ بات ذہن میں رکھنے کی ہے کہ ترکیبِ طرفین میں اِس کا سر نیچے کی طرف جھکا رہے گا، اور ترکیبِ لاحق میں اوپر کو اُٹھا رہے گا، جیسے : منہ، ماں، چمکنا، ہمکنا۔ آخر میں اِس کا سر اندر کی طرف جھکا رہے گا، جیسے : تم، ہم۔

ہ : ترکیبِ لاحق میں یہ ب وغیرہ کے شوشے کی طرح آئے گی، جیسے : ہوا، ہم۔ شوشے کے نیچے ایک اور شوشہ بنایا جائے گا، جسے لٹکن بھی کہتے ہیں (ہ) —— ترکیبِ طرفین

میں اِس کی صورت بدل جاتی ہے اور اُس صورت کو "کھنی دار" کہا جاتا ہے، جیسے: کہنا، بہت، ملنھگا۔ ترکیبِ سابق میں اِس کی صورت ایک شوشے سے ملتی جلتی ہوتی ہے۔ اگر ہ ملفوظ ہے (یعنی صاف صاف تلفّظ میں آتی ہے) تو اُس کے نیچے شوشہ (الٹکن) ضرور آئے گا، جیسے: جگہ، مہ، تہ، کہ، سہ وغیرہ۔ اگر ہائے مختفی ہے تو شوشہ نہیں آئے گا، جیسے: مے خانہ، پیمانہ، کعبہ، سرمہ۔

اِس سلسلے میں اِس بات کا خاص طور پر خیال رکھنا چاہیے کہ ترکیبِ سابق میں ہ کے ساتھ اور سب حرفوں کے جوڑ کے لیے، اُس حرف اور ہ کے بیچ میں (ہائے ملفوظ ہو یا ہائے مختفی) کوئی شوشہ نہیں آئے گا، یعنی جوڑ ظاہر نہیں ہوگا، جیسے: مہ، تہ، یہ، نہ، بہ وغیرہ۔ "یہہ" لکھنا غلط ہوگا۔ اگر پہلا حرف ہ ہے، تو جوڑ کا شوشہ ضرور نمایاں ہوگا، جیسے: امروہہ، دو ماہہ، دماہہ۔ جس طرح "یہہ" لکھنا غلط ہے، اُسی طرح "امروہہ" لکھنا بھی غلط ہوگا۔

ہائے مخلوط کو دو چشمی صورت میں لکھا جائے گا، جیسے: دھ، گھر، بھر، ہاتھ، ناتھ۔

یہ قاعدہ ہے کہ حرف جب لفظ کے آخر میں آئیں گے تو اپنی اصلی صورت میں لکھے جائیں گے، لیکن د، ڈ، ذ، ر، ڑ، ز، ژ، ع، غ، ف، ہ مستثنا ہیں۔ د، ڈ، ذ میں ابتدائی حصّے کی ٹیڑھ کی صورت ذرا سی بدل جاتی ہے، جیسے: بد۔ اور ر، ڑ، ز، ژ میں کشش میں ذرا سا اضافہ ہو جاتا ہے، جیسے: تر۔ ع اور غ کی صورت یہ ہے کہ اُن کا سر بند ہو جاتا ہے، جیسے: شمع، مُع۔ ف کا سر بند ہے، مگر ترکیبِ سابق میں کھُل جاتا ہے، جیسے: تف۔ ہ کا مفصّل بیان ابھی ہو چکا ہے۔

حرفوں کی مختلف ترکیبی صورتوں کو مجموعی طور پر نیچے دیکھا جا سکتا ہے:

حرف	مختلف صورتیں	مثالیں
الف:		با، جا۔
ب، پ، ت، ٹ، ث:	ﺑ، ﺒ، ﺑ	بد، بچ، بس۔
ج، چ، ح، خ:	ﺣ	بچ، بج، تعجب۔
د، ڈ، ذ:	ﮈ	بد، کھڈ، ابدال۔

ر، ڑ، ز، ژ :	ر	تر، بڑ، تراب، نظر
س، ش :	۔۔ ، ۔ۺ	سام، شام، سلگنا، مشک۔
ص، ض :	صد	صاف، صبح، مصفّا، مضاف۔
ط، ظ :	ط	بط، طبیعت، بطخ۔
ع، غ :	ء، ع	عقب، غصّہ، شمع، جمع، تعجّب۔
ف :	ف، ف	فوراً، تفریح، کف۔
ق :	ق، ق	قاف، وقت، تقدیر، عشق۔
ک، گ :	ک، گ، کا گا	کا، کل، گل، کب، بلکنا، بھٹکنا۔
ل :	ل	لام، الگ، کلب، کلبلانا۔
م :	م	ماں، ممتا، جماو، تیمّم۔
ن :	ن، ن، ن	نان، نقد، نج۔
و :	و	وقت، ہوا، لونا۔
ہ :	ہ، ہ، ہ، ہ، ھ	ہونا، بہت، جگہ، کعبہ، گھر۔
ی :	یہ، یہ، ی	یار، تیخ، لیس، یوسف۔

حرفوں کے جوڑوں میں اِس کا خیال رکھنا چاہیے کہ شوشے نہ کم ہوں، نہ زیادہ۔ میں دو مثالوں سے اِس کی وضاحت کروں گا : ب، پ، ت، ٹ، ث، ن، ی ؛ یہ سات حرف جب ج، چ، ح، خ اور م کے ساتھ ملتے ہیں، تو اِن کی مختصر صورت یہ ہو جاتی ہے : ۔ جیسے : بچ۔ اب اگر اُس سے پہلے ایک اور حرف کا اضافہ کرنا ہو تو صرف اُسی حرف کے شوشے (یا اُس کے ابتدائی حصّے) کا اضافہ ہو جائے گا، جیسے : "بچ" سے "نیچ" (ن+ی+چ=نیچ) یا جیسے: "یم" سے "نیم"۔ اِن کو "نیبچ" یا "نییم" لکھنا غلط ہوگا ـــــ ہاے مختفی ہو یا ملفوظ، ترکیبِ سابق میں اُس سے پہلے جوڑ کو ظاہر کرنے کے لیے شوشہ نہیں آئے گا، جیسے : یہ، بہ، نہ۔ اِن کو "یبہ، ببہ" لکھنا غلط ہوگا۔ مگر جب حرفِ اوّل خود ہ

ہو، تب جوڑ کا شوشہ ضرور نمایاں ہوگا، جیسے: امروہہ۔ اِس کو "امروہ" لکھنا غلط ہوگا۔

—— کہنی دار ہ کی صورت ترکیبِ طرفین میں آتی ہے، جیسے: کہنا، بہنا؛ اِس لیے "کہنا" کے امر کو "کہہ" لکھنا غلط ہوگا۔ اِس کی صحیح صورت ہوگی "کہ"۔ اِس لیے کہ آخر میں صرف ایک ہ ہے "کہہ" میں تو دو ہ یک جا ہو جائیں گی۔ اِسی طرح "یہہ" لکھنا بھی غلط ہوگا، کیوں کہ یہاں بھی ایک ہ فالتو ہے۔ یہ دو حرفی لفظ ہے جو ی اور ہ سے مل کر بنا ہے، اِس لیے اِس کو "یہ" لکھا جائے گا۔

ذیل میں مختلف حرفوں کی تختیاں لکھی جاتی ہیں، اِن سے نستعلیق کے جوڑوں کا صحیح صحیح علم ہوگا۔ آخر میں کچھ تین حرفی یا زیادہ حرفوں سے مرکّب لفظوں کو بھی لکھا جائے گا تاکہ مختلف جوڑوں کی وضاحت ہو سکے۔

با ببج بد بر بس بص بط بع بف بق بک بل بم بن بو بہ بھ بی بے۔

جا جب جج جد جر جس جص جط جع جف جق جک جل جم جن جو جہ جھ جی جے۔

سا سب سج سد سر سس سص سط سع سف سق سک سم سن سو سہ سی سے۔

صا صب صج صد صر صس صص صط صع صف صق صک صل صم صن صو صہ صی صے۔

طا طب طج طد طر طس طص طط طع طف طق طک طل طم طن طو طہ طی طے۔

عا عب عج عد عر عس عص عط عع عف عق عک عل عم عن عو عہ عی عے۔

فا فب فج فد فر فس فص فط فع فف فق فک فل فم فن فو فہ فی فے۔

کا کب کج کد کر کس کص کط کع کف کق کگ کل
کم کن کو کہ کھ کی کے۔
لا لب لج لد لر لس لص لط لع لف لق لک لل
لم لن لو لہ لھ لی لے۔
ما مب مج مد مر مس مص مط مع مف مق مک مل
مم من مو مہ مھ می مے۔
نا نب نج ند نر نس نص نط نع نف نق نک نل
نم نن نو نہ نھ نی نے۔
ہا ہب ہج ہد ہر ہس ہص ہط ہع ہف ہق ہک
ہل ہم ہن ہو ہہ ہی ہے۔
یا یب یج ید یر یس یص یط یع یف یق یک یل
یم ین یو یہ یھ یی یے۔

تبدیلی، تنقید، تبصرہ، نفرت، نظر، نظیر، نفیر، نفرت، نذر، بدر، تعجّب، عجب، حج، حاجی، سسرال، سہمانا، شمع، عاشق، فقیر، صاف، صبح، صید، صیّاد، ضعیف، ملکہ، لنکا، ماں، نماز، تیمّم، نیم، ہاشم، ہبوط، جگہ، خانہ، گھر، یقین، یمین، یوسف، یاسین، یعقوب، منڈیر۔

ا

عربی فارسی کے بہت سے لفظ ایسے ہیں جن کے آخر میں ہ آتی ہے اور اُس سے پہلے حرف پر زبر ہوتا ہے۔ یہ ہ لکھی تو جاتی ہے مگر پڑھنے میں اُس کی آواز ہ کی طرح نہیں نکلتی۔ بل کہ وہ اپنے سے پہلے حرف کے زبر کو سہارا دیا کرتی ہے، جیسے:

کعبہ، پیمانہ، پردہ، جلوہ۔ اِس ہ کو "ہائے مختفی" کہتے ہیں۔ خیال رکھنے کی بات یہ ہے کہ مختفی ہ، عربی فارسی لفظوں کے آخر میں آتی ہے۔ اور زبانوں کے لفظوں کے آخر میں ہمیشہ الف لکھا جائے گا، جیسے: بھروسا، پتا، پتّا۔ اردو، ہندی، انگریزی کے ایسے سب لفظوں کے آخر میں الف آئے گا۔ ایسے کچھ لفظوں کی فہرست نیچے پیش کی جاتی ہے:

آریا، اُپلا، اڈّا، اِکّا (زیور، تاش کا پتّا، ایک سواری)، اکھاڑا، اندرسا، انگارا، انگوچھا، انگوٹھا، آنا (جیسے ایک آنا)۔ باٹا، باجرا، باڑا (جیسے: امام باڑا)، بتاشا، بٹّا، بٹوا، بچارا، بچکانا، بدلا، برامدا، بسوا، بسولا، بغیا، بگولا، بُلبلا، بمبا، بنجارا، بُندا، بنگلا، بنگلیا، بھانجا، بھپارا، بھتّا، بُھٹّا، بھرتا، بھروسا، بھوسا، بھیجا، بیکھا، بیڑا۔

پارا، پانسا، پپوٹا، پپیتا، پتا، پتّا، پتّا، پٹاخا، پٹارا، پٹکا، پُرسا، پسینا، پلّا، پلا، پلندا، پُلیا، پیپا، پیسا۔ تارا، تاشا، تانگا، تمنچا، توبڑا، تولیا، تھانا، تیجا۔ ٹانکا، ٹخنا، ٹکا، ٹکیا، ٹوٹکا، ٹولا (جیسے: اہیر ٹولا، گوجر ٹولا)، ٹھپّا، ٹھسّا، ٹیکا۔ جانگیا، جتھا۔ جھروکا۔ چادرا، چارا (جانوروں کی خوراک)، چاولا (جیسے: امرناتھ چاولا)، چبوترا، چکما، چلّا، چونا، چھاپا۔ خاکا، خرّاٹا، خوجا۔

دتّا (جیسے: ہرنراین دتّا)، دریا، دسہرا، دوپٹّا، دلاسا، دلیا، دوسا، دھاگا، دھبّا، دہریا، دُھسّا۔ ڈاکیا، ڈکوٹا، ڈبّا، ڈبیا، ڈراما، ڈلیا، ڈونگا، ڈھانا، ڈھانچا، ڈھکوسلا۔ راجا، رایتا، رجواڑا، ردّا، رکشا، رمنا۔ زنانا، زنخا، زردا۔ سایا (ایک پوشاک)، سُلفا، سلما، سمجھوتا، سموسا، سندلیا۔ شالا (جیسے: پاٹھ شالا، مدھ شالا)، شلوکا، شکارا، شوالا، شُہدا۔

صافا (سر پر باندھنے کا)، غُبارا، غُلّا۔ فربا، قتلا۔ کاکا، کاما، کتھّا، کٹورا، کٹرا (جیسے: نیل کا کٹرا یا کٹرا مول چند)، کٹہرا، کرم کلّا، کُلھیا، کلیجا، کمبوڈیا، کمرا، کھاتا، کھاجا، کھانچا، کھنّا (جیسے: رام چند کھنّا)، کیلا، کیمرا، کیوڑا۔ گانجا، گتا، گٹّا،

گُرمبا، گُلگُلا، گملا، گنڈا، گھونسا، گھونسلا۔

لاسا، لالا (جیسے: لالا رام لال)، لاما، لپکا، لنگوٹا۔ مارکا (جیسے، شیر مارکا)، مُرغا، مرہٹا، مسالا، ملیدا، ملغوبا، ملبا، مورچا، مہتا (جیسے: اشوک مہتا)، مہوبا، مہینا، میانا، میلا۔ ناتا، ناڑا، ناکا، نخرا، نشیلا، نصیبا، نقشا، نمدا، نیوتا، نہتا۔ وکٹوریا۔ ہتّا، ہرجا (ہرجا خرچا)، ہچکولا، ہنڈولا، ہنسیا، ہمالا۔

۲

بہت سے لفظ ہیں جو اصل میں ہیں عربی یا فارسی کے، مگر اُردو میں آ کر اُن کی شکل صورت ذرا بدل گئی ہے؛ ایسے سب لفظوں کو الف ہی سے لکھا جائے گا، جیسے ایک لفظ ہے "نصیب"، یہ عربی سے آیا ہے، اُردو میں اسی سے "نصیبا" بنا ہے۔ ایسے کچھ لفظ یہ ہیں:

اِکّا، بزریا، بدلا، بسترا، بعضا، پُرسا، پسندا، جگرا، چادرا، خاکا، خرچا، خوجا، زنخا، زردا، غُبارا، نشیلا، نفرا، نقشا، نصیبا، ہرجا۔

۳

ایسے مرکّب لفظوں کے آخر میں بھی الف آئے گا جو اُردو میں بنے ہیں، خواہ اُن کا ایک جُز عربی فارسی کا ہو، یا دونوں جُز عربی فارسی کے ہوں۔ ایسے کچھ لفظ یہ ہیں:

آب خورا، اُٹھائی گیرا، ادلا بدلا، امام باڑا، اِک درا، اِک منزلا، بے سُرا، بُزدلا، بدقوما، بے پیرا، بے اُستادا، بے اصولا، بے سرا، بے صبرا، بے فکرا، بے مُرشدا، بے وارثا، بے غرضا، پنج گوشیا، پنج محلا، تھڑدلا، تماہا، تراہا، تسالا، تمنزلا، تھکا ماندا۔ جوشیلا، چوگوشیا، چوراہا، چوطرفا، چورستا، چومحلا،

چولغلا، چوحدّا، چوپارا، دوپٹّا، دورُخا، دونسلا، دومنزلا، دومحلا، دورنگا، دوفصلا، شکرپارا، شیخی خورا، شکرخورا، صبح خیزیا، کم ہمّتا، کم دِلا، کُلاّشجرا، کپڑالتّا، میل خورا، ناشکرا، ندیدا، نَودولتا، نَوگزا، نمک پارا، ہرجاخرچا۔

۴

کچھ مقامات کے نام ۃ سے لکھے جاتے ہیں، جیسے: آگرہ، کلکتہ، پٹنہ، امروہہ وغیرہ۔ اِن کو اِسی طرح لکھا جاتا رہے گا۔ یہ خاص نام ہیں۔ ہاں خیال رکھنا چاہیے کہ خاص خاص اور مشہور مقامات کے علاوہ، چھوٹے چھوٹے اور کم معروف ناموں کو الف ہی سے لکھنا بہتر ہوگا، جیسے: دھمورا، نگریا، پلکھوا، بننھرا، سردھنا وغیرہ۔ آیندہ ایسے جو نام رکھے جائیں گے، اُن سب کو تو لازماً الف سے لکھا جائے گا۔

۵

ہندی سے آئے ہوئے کچھ لفظ ایسے ہیں جو کبھی کبھی اُردو کی تحریروں میں خاص طور پر اخباروں میں، آجاتے ہیں، بعض کم، بعض کچھ زیادہ۔ اُن کی صورت یہ ہے کہ اگر اُن کو الف کے ساتھ لکھا جائے تو تلفّظ بگڑ جائے گا۔ جیسے مشہور بنگالی فلم ڈائرکٹر کا نام "ستیہ جیت رے" ہے، اِس کو اگر "ستیا جیت" لکھا جائے تو لفظ بھی اجنبی سا لگے گا اور تلفّظ میں بھی بگاڑ پیدا ہو جائے گا۔ ایسے لفظوں میں یَ سے پہلے جو حرف ہوتا ہے، آواز اُس پر جھٹکا کھاتی ہے اور اِس طرح یَ پر آواز کا دباو بہت کم ہو جاتا ہے اور اِس بنا پر ہائے مختفی کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ ایسے لفظوں کو ہائے مختفی کے ساتھ لکھا جائے گا اور یہ استثنا ہوگا۔ یہ خیال رہے کہ ایسے لفظ کم بل کہ کم تر ہیں، اور لفظوں کو اِن پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ ایسے لفظ یہ ہیں:

ستیہ (ستیہ کام، ستیہ جیت)، بھارتیہ، مدھیہ (مدھیہ پردیش)، بھاگیہ (بھاگیہ وتی)، ساہتیہ، راشٹریہ، شاستریہ، راجیہ (راجیہ سبھا)، کاریہ کارنی۔

اُردو کا ایک لفظ بھی اِسی فہرست میں آتا ہے، اور یہ ہے "پر" کا مخفف "پہ"۔ جیسے: اُس پہ بن جائے کچھ ایسی کہ بن آئے نہ بنے۔ یا جیسے: گو واں نہیں، پہ واں کے نکالے ہوئے تو ہیں۔ اِس کو بھی اِسی طرح (پہ) لکھا جائے گا، اور اِس کا شمار بھی مستثنا لفظوں میں ہوگا۔

۶

عربی کے کچھ لفظ ایسے ہیں جن میں الف لکھا نہیں جاتا، مگر پڑھا جاتا ہے، جیسے: رحمٰن۔ ایسے سب لفظوں کو اب الف کے ساتھ لکھنا چاہیے۔ انجمن نے بھی یہی تجویز کیا تھا۔ ایسے لفظ یہ ہیں:

اسحاق، اسماعیل، رحمان، زکات، سلیمان، صلات، لقمان، مشکات، یاسین۔

۷

لفظ "اللّٰہ" ایک خاص طرح لکھا جاتا ہے، اِس میں دو لام ہیں، ایک لام تو نمایاں ہوتا ہے، مگر دوسرے لام کی جگہ ایک شوشہ سا آتا ہے۔ یہ خاص نام ہے اور اِس کی یہی صورت متعارف ہے؛ اِس لیے اِس کو اِسی طرح لکھنا چاہیے۔ اِسی کی ایک صورت "لِلّٰہ" ہے۔ (نسخ میں اِس کو "لِلّٰہ" لکھا جائے گا) کہا جاتا ہے کہ "لِلّٰہ، تم یہ کام نہ کرو"۔ اِس کو کبھی کبھی "لللہ" لکھ دیا جاتا ہے، یہ سمجھ کر کہ "لِلّٰہ" میں تو ایک ہی لام آیا ہے، مگر یہ درست نہیں۔ "لِلّٰہ" میں دو لام ہیں، ایک نمایاں اور ایک شوشے کی صورت میں۔ اچّھا

یہ ہوگا کہ "اللہ" کو نستعلیق کے مطابق اِسی طرح لکھا جائے اور الجھن کو بچانے کے لیے "للہ" کو نسخ میں "لِلّٰہ" لکھا جائے اور پہلے لام پر زیر بھی لگا دیا جائے۔ اس سے اشتباہ ختم ہو جائے گا۔

"اللہ" کی طرح "الٰہ" بھی الف کے بغیر لکھا جاتا ہے، اِسی سے "الٰہی" بنتا ہے۔ اِن دونوں لفظوں کی یہ نہایت مانوس صورت ہے، اِس لیے اِن کو بھی اِسی طرح لکھنا چاہیے۔ اِسی ذیل میں ایک اور لفظ بھی آتا ہے، وہ ہے "لہٰذا"۔ یہ لفظ استعمال میں آتا رہتا ہے اور اِسی طرح لکھا جاتا رہا ہے، اِس لیے اِس کو بھی اِسی طرح لکھنا چاہیے۔ اب ایسے مستثنا لفظ یہ ہوئے:

اللہ، للہ، الٰہ (الٰہ آباد)، الٰہی، (الٰہیات)، لہٰذا۔

۸

عربی میں ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ لفظ کے آخر میں ی لکھی جاتی ہے، مگر پڑھنے میں الف آتا ہے، جیسے: اعلیٰ۔ انجمن کی یہ تجویز تھی کہ ایسے سب لفظوں کے آخر میں، اُردو کے قاعدے کے مطابق، الف لکھنا چاہیے۔ ایسے کچھ لفظوں کو اُردو میں الف کے ساتھ لکھا بھی جاتا ہے۔ مثلاً اب "مولیٰ" کی جگہ عام طور پر "مولا" لکھا جاتا ہے (وغیرہ)۔ ایسے سب لفظوں کو اب اُردو میں الف کے ساتھ لکھنا چاہیے۔ ایسے لفظوں کی فہرست یہ ہے:

ادنا، اعلا، اعما، اقصا، اَولا، بُشرا، تعالا، تقوا، تولّا، ثرا (تحت الثّرا)، حُسنا، حُنثا، دعوا، سلما، شورا (مجلسِ شورا)، صغرا، طوبا، طوٗلا (یدِ طولا)، عُقبا، عزّا (لات و عزّا)، عُظما، فتوا، قوٗا، کُبرا، کِسرا، لیلا، ماجرا، ماوا، متبنّا، مُثنّا، مجتبا، محشّا، مجلّا، مخلّا، مدّعا، مربّا، مرتضا، مستثنا، مسمّا، مصطفا، مصفّا، مصلّا، معلّا، معمّا، مقفّا، منادا، منقّا، مولا، نصارا، وُسطا (مشرقِ وُسطا)،

ہُدا، ہیولا۔

تین لفظ اور ہیں : عیسٰا، موسٰا، یحیٰا۔ یہ خاص نام ہیں۔ اِن کو بھی کسی تکلّف کے بغیر الف کے ساتھ لکھا جا سکتا ہے۔ "عیسائی" اور "موسائی" میں تو الف آ ہی جاتا ہے۔ پھر بھی اگر کچھ لوگ اِن کو پُرانے طریقے کے مطابق لکھنا چاہیں تو اُس پر اعتراض نہیں کرنا چاہیے۔ اگرچہ اچھّا یہی ہوگا کہ ایسے اور الفاظ کی طرح، اِن تینوں لفظوں کو بھی الف کے ساتھ لکھا جائے۔

بدرالدّجا، شمس الہدا، نورالہدا، شمس الضّحا؛ نام ہیں۔ عربی کے قاعدے سے تو "بدرالدجی" لکھا جانا چاہیے، مگر اُردو میں اِن کو سادہ طور پر الف کے ساتھ ہی لکھنا چاہیے۔

مولانا، علاحدہ، علاحدگی ؛ اِن تینوں لفظوں کو بھی اِسی طرح لکھنا چاہیے۔ اِن کا پُرانا املا "مولینا، علیحدہ، علیحدگی" ہے۔

(فائدہ) —— عربی کے جملوں اور عبارتوں کو، عربی کے مطابق لکھا جائے گا۔ اچھا یہ ہوگا کہ عربی کے ایسے ٹکڑوں کو خطِ نسخ میں لکھا جائے، تاکہ وہ ممتاز رہیں۔ عربی کے کئی دعائیہ جملے اُردو میں مستعمل ہیں، جیسے : رحمۃ اللہ علیہ، مضیٰ مامضیٰ، ارحم الراحمین، غفراللہ لہ وغیرہ۔

علیٰ، حتیٰ، الیٰ ؛ عربی کے یہ تین کلمے، ترکیب کی صورت میں اُردو میں مستعمل ہیں۔ یہ ٹھیک ہے کہ ایسی ترکیبیں اور اُن کا استعمال، دونوں محدود ہیں ؛ مگر بہ ہر طور کبھی کبھی اِن کو استعمال ضرور کیا جاتا ہے۔ ایسے مقامات پر اِن مرکّبات کی اصل صورت کو برقرار رکھا جائے گا اور ان کو عربی کے مطابق ہی لکھا جائے گا۔ ایسے کچھ مرکّبات یہ ہیں :

علیٰ حالہ، علی الرغم، علی الصباح، علی العموم، علی الخصوص، علی الحساب، علی الاطلاق، علی الترتیب، علی الاتصال، علی الاعلان، علی التواتر، علی الدوام، علیٰ ھٰذا القیاس، علیٰ سبیل التعیّن، علیٰ وجہ البصیرت، علیٰ وجہ الکمال۔

حتی الامکان، حتی المقدور، حتی الوسع ۔ الی اللہ، الی الآن۔

اِن سب اجزا کو اِسی طرح لکھا جائے گا۔ اِس کا خیال رکھّا جا سکتا ہے کہ امکان بھر ایسے ٹکڑوں کو عبارت میں نہ لایا جائے، اور یہ کچھ مشکل نہیں۔ مثلاً "حتی المقدور" کی جگہ بہ آسانی "مقدور بھر" لکھا جا سکتا ہے۔ وغیرہ۔

۹

نیچے جو لفظ لکھے جا رہے ہیں، اِن سب کے آخر میں الف ہے۔ اِن کو کچھ لوگ ہ سے بھی لکھ دیا کرتے ہیں، یہ غلط ہے۔ اِن کے آخر میں ہمیشہ الف آئے گا:

الغوزا، الجبرا، لقایا، تماشا، تقاضا، تمغا، چُغا، حلوا، خُرما، سقّا، شوربا، عاشورا، طغرا، کوکا، قورما، معمّا، ملغوبا، مچلکا، مربّا، ناشتا۔

۱۰

"طالب" کی جمع "طلبہ" ہے۔ اِس کو "طلبا" نہیں لکھنا چاہیے۔ مثلاً: "درجۂ پنجم کے طلبہ نے یہ فیصلہ کیا ہے"۔ اِس کو اِس طرح لکھنا کہ "درجۂ پنجم کے طلبا نے فیصلہ کیا ہے" غلط ہوگا۔ اِسی طرح "صوفی" کی جمع "صوفیہ" ہے۔ جیسے: "صوفیۂ کرام نے کہا ہے"۔ اِس کو "صوفیا" لکھنا ٹھیک نہیں۔ اِسی طرح "دوا" کی جمع "ادویہ" ہے۔ البتّہ "عزیز" کی جمع "اعزّہ" بھی ہے اور "اعزّا" بھی۔ اِس کو دونوں طرح لکھا جا سکتا ہے۔

۱۱

کچھ لفظ ایسے ہیں جو ایک معنی میں الف سے اور ایک معنی میں ہ سے صحیح ہیں۔ اِس کا لحاظ رکھنا چاہیے کہ جملے میں صحیح لفظ کو استعمال کیا جائے۔ بے احتیاطی کی وجہ سے

معنی بدل سکتے ہیں اور ختم بھی ہو سکتے ہیں۔ یعنی یہ ہو سکتا ہے کہ غلط املا کے سبب سے، معنی ہی چوپٹ ہو جائیں۔ ایسے خاص خاص لفظ یہ ہیں:

آسیا : چکّی۔ آسیہ : فرعون کی بی بی کا نام ہے۔

پارا : جسے فارسی میں "سیماب" کہتے ہیں۔ پارہ : ٹکڑا۔

پَلّا : جس سے "پلّے دار" بنتا ہے (حمّال کے معنی ہیں)۔ نیز ٹوپی کا ایک بازو وغیرہ ——— پَلّہ : درجہ، مرتبہ۔ جیسے : ہم پَلّہ۔ ہاں، "پلّا" ایک تیسرا لفظ ہے۔

چارا : جانوروں کی خوراک کے کام آتا ہے۔ چارہ : تدبیر۔

خاصا : جیسے : اچھّا خاصا۔ خاصہ : وہ نفیس چیز جو بادشاہوں یا اُمرا و وُزرا کے لائق ہو۔ (وغیرہ)۔

دانا : عقل مند۔ جاننے والا۔ دانہ : جیسے : آب و دانہ۔

سایا : ایک معروف پوشاک۔ سایہ : جیسے : دیوار کا سایہ۔

شیوا : فصیح و بلیغ، جیسے : شیوا بیان شاعر۔ شیوہ : ناز و کرشمہ، طرز و روش وغیرہ۔ جیسے : بُتِ ہزار شیوہ۔

زَہرا : حضرت فاطمہ کا لقب۔ زَہرہ : پتّا۔ زُہرہ : ایک مشہور ستارے کا نام۔

کلّا : کوپل، یا کرم کلّا۔ کَلّہ : جبڑا یا رخسار۔

لالا : روشن، چمک دار، موتی کی صفت، جیسے : لولوے لالا۔ غلام ——— لالہ : مشہور پھول ——— لالا کرم چند ؛ یہ "لالا" بھی الف سے لکھا جائے گا۔

میانا : ایک طرح کی پالکی۔ میانہ : جیسے : میانہ قد، میانہ روی۔

نالا : ندی نالا۔ نالہ : نالہ و فریاد۔

نا : تاکید کے لیے، جیسے : جاؤ نا، کھاؤ نا۔ دیکھو نا وہ کیا کر رہے ہیں۔ یا جیسے : ہم تو کہتے تھے، اب دیکھو، روپے مِل گئے نا۔ نہ : نفی کے لیے، جیسے : نہ کرو، نہ جاؤ۔

اِسی قسم کے دو[2] اور لفظ بھی ہیں : اَش اَش اور لال اور لعل۔

اَش اَش : اش اش کرنا یا اش اش کر اُٹھنا، اِسی سے بنتے ہیں۔ اِس میں دونوں جگہ الف

ہے۔ اِس کو ع سے "عش عش" لکھنا صحیح نہیں۔

لال : مشہور رنگ، ایک چھوٹا سا خوب صورت پرندہ۔ بیٹے اور لڑکے کے معنی میں بھی آتا ہے۔ ایک اور لفظ ہے : لعل۔ اب اِن دونوں لفظوں کے استعمال میں اِس طرح امتیاز کرنا چاہیے کہ رنگ، پرندے اور لڑکے کے معنوں میں "لال" لکھنا چاہیے۔ جیسے : میرے لال، لال رنگ، لال اُڑ گئے اور مشہور قیمتی پتّھر کے معنی میں "لعل" لکھنا چاہیے، جیسے : لعل و گوہر، لبِ لعلیں، لعلِ لب۔ ناموں میں "لال" لکھنا چاہیے۔ جیسے : موتی لال، جواہر لال، پنّا لال، لال بہادر، لال سنگھ، لال شاہ، لال محمّد۔ "لالو" اِسی "لال" سے بنا ہے۔

۱۲

ایسے مرکّب لفظ اُردو میں اچھّی خاصی تعداد میں ہیں جنھوں نے عربی قاعدے کے مطابق "الف لام" کے ساتھ ترکیب پائی ہے، جیسے : عظیم الشّان، اختر الایمان۔ ایسے مرکّب لفظوں کی دو صورتیں ہیں : کچھ لفظوں میں الف اور لام دونوں تلفّظ میں نہیں آتے، جیسے : عظیم الشّان (عظیمُ۔ ال۔ شّان)، اور کچھ مرکّبات میں لام شاملِ تلفّظ رہتا ہے، جیسے : شمس الھدا (شمسُ۔ الُ۔ ھُدا)۔ الف لام کی ترکیب کے لحاظ سے حروفِ تہجّی کی دو قسمیں کی گئی ہیں : حروفِ شمسی، حروفِ قمری۔ حروفِ شمسی، وہ حروف ہیں کہ اُن سے پہلے جب "الف لام" آتا ہے تو لام تلفّظ میں شامل نہیں ہوتا۔ یہ حرف ہیں :

ت، ث، د، ذ، ر، ز، س، ش، ص، ض، ط، ظ، ل، ن۔ جیسے : بالتّرتیب، مسیحُ الزّماں، عبدُ السّمیع۔

حروفِ قمری، وہ حرف جن سے پہلے اگر "الف لام" آتا ہے تو لام تلفّظ میں شامل رہتا ہے۔ یہ حرف ہیں : ب، ج، ح، خ، ع، غ، ف، ق، ک، م، و، ہ، ی۔ جیسے : عبدُ الجبّار، بالفعل، اَنا الحق۔

مناسب یہ ہوگا کہ نصابی کتابوں میں ایسے مرکّب لفظوں میں لام اگر ساکن ہو تو اُس پر جزم لگا دیا جائے اور الف سے پہلے والے حرف پر زبر زیر جو بھی ہو، اُس کو لگا دیا جائے، جیسے: ملکُ الموت۔ اور جن لفظوں میں الف اور لام دونوں "خاموش حروف" کے طور پر آتے ہیں، اُن میں الف سے پہلے حرف پر اُس کی حرکت کو واضح کیا جائے اور لام کے بعد جو حرف ہو اُس پر تشدید لگائی جائے، جیسے: بِالتّرتیب، وَالشّمس۔

ہاں، ایک لفظ ہے: اَنَاالحق۔ یہ عربی کا ٹکڑا ہے، مگر اُردو میں مستعمل ہے، اِس میں دو الف یک جا ہیں، ایک لفظ "انا" کے آخر میں ہے جو اِس لفظ کا جُز ہے اور دوسرا الف "الحق" کے شروع میں ہے۔ جلدی میں کبھی اِس کو "انالحق" لکھ دیا جاتا ہے یہ ٹھیک نہیں۔ اِسی انداز کا ایک لفظ "اَنَاالبحر" ہے جو غالبؔ کے اِس شعر میں آیا ہے:

دلِ ہر قطرہ ہے سازِ انا البحر   ہم اُس کے ہیں، ہمارا پوچھنا کیا

اِسی طرح "عبداللطیف" کو کبھی "عبدالطیف" لکھ دیا جاتا ہے۔ یہ بھی ٹھیک نہیں۔ اِس میں "عبد" اور "لطیف" کے بیچ میں "الف لام" ترکیب کا ہے — (عبدُ۔ال۔لطیف)۔

بارات۔ داوات: اِن دونوں لفظوں کی صحیح صورت الف کے بغیر "برات" اور "دوات" ہے۔

ت، ۃ

ا

عربی میں تَ کی دو صورتیں ہیں، ت اور ۃ۔ اِسی لیے آپ نے دیکھا ہوگا کہ بعض لفظوں کے آخر میں گول تے لکھی ہوئی ملتی ہے (جیسے: صلوٰۃ)۔ انجمن نے یہ طے کیا تھا کہ: "عربی کی ۃ کو اُردو میں ہمیشہ تَ لکھنا چاہیے"۔ اور یہ نہایت مناسب فیصلہ تھا۔ اب ایسے سب لفظوں کے آخر میں تَ لکھنا چاہیے، جیسے: صلات، زکات، مشکات، بابت، مسمّات، اُمّتُ الزّہرا، رومتُ الکبرا، قرّتُ العین، رحمتُ اللعالمین۔

۲

عربی کا قاعدہ یہ ہے کہ جس لفظ کے آخر میں ت ہوتی ہے تو تنوین کے دو زبر اِس طرح لگائے جاتے ہیں کہ اُس ت کے بعد ایک الف بڑھا دیتے ہیں، جیسے: وقتاً۔ اور جن لفظوں کے آخر میں ۃ ہوتی ہے تو اُن میں الف کا اضافہ نہیں کیا جاتا، اُسی ۃ پر دو زبر لگا دیتے ہیں، جیسے: عادۃً، نسبۃً۔

اُردو میں اب ایک طریقہ اختیار کیا جائے گا کہ ایسے لفظوں کے آخر میں الف بڑھایا جائے گا، اِس لیے کہ اُردو میں صرف ایک حرف ت ہے، جیسے: نسبتاً، حقیقتاً، مروّتاً، نتیجتاً، عادتاً، ضرورتاً، شکایتاً، فطرتاً، قدرتاً، امانتاً۔

تنوین کا عام قاعدہ یہی ہے کہ دو زبر کے لیے لفظ کے آخر میں الف بڑھا دیا جاتا ہے، جیسے: مثال سے مثالاً، اور اِتّفاق سے اِتّفاقاً۔

۳

عورتوں کے ناموں کے آگے ن لکھا جائے گا، جیسے: سلیمن، کریمن، تمیزن، سلیمن، شبراتن، عظیمن وغیرہ۔ یہاں تنوین کا کچھ کام نہیں۔ یعنی "سلیماً" غلط املا ہوگا۔ صحیح املا "سلیمن" ہوگا۔

۴

کچھ لفظ ایسے ہیں جن کو کبھی ت سے لکھا جاتا ہے اور کبھی ط سے۔ اِن کی صرف ایک لکھاوٹ کو اختیار کرنا چاہیے، اور اِن سب کو ت سے لکھنا چاہیے۔ زیادہ استعمال ہونے والے لفظ یہ ہیں:

تپش، تپاں، تپنچہ، تشت، تشتری، تماچا یا تمانچا، تمنچا، تنبورہ، توتا، توتیا، تہران، تہماسپ، تپّار، تیّاری، غلتیدن،

غلتاں، ناتا۔

"طوطا" اور "طوطیا" غلط املا ہوگا۔ صحیح املا ہوگا: "توتا اور توتیا"۔۔۔۔۔ ایک لفظ ہے "تلاطم"۔ اِس میں پہلا حرف ت ہے، اور چوتھا حرف ط ہے۔ اِس کو کبھی "طلاطم" بھی لکھ دیا جاتا ہے۔ یہ ٹھیک نہیں۔ اِس کا صحیح املا "تلاطم" ہے۔۔۔۔۔ اِس کا خیال رہے کہ ط سے "طیّار" کے معنی ہیں: اُڑنے والا۔ اسی سے "طیّارہ" بنتا ہے، ہوائی جہاز کے معنی ہیں۔ آمادہ، مستعد، تندرست وغیرہ کے معنوں میں "تیّار" لکھنا چاہیے۔ جیسے: میں بازار جانے کے لیے تیّار ہوں۔ سفر کی تیّاری۔ یہ پٹّھا تو اب خوب تیّار ہوگیا ہے۔ وغیرہ۔

ذ، ز، ژ

۱

ذ اور ز: اِن دونوں حرفوں کے سلسلے میں املا کی بہت غلطیاں ہوا کرتی ہیں۔ کبھی کبھی تو لفظ کے معنی ہی بدل جاتے ہیں۔ جیسے ایک لفظ ہے "گزارش"، اِس کے معنی ہیں: پیش کرنا، عرض کرنا۔ کہتے نہیں ہیں کہ "میں آپ کی خدمت میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں" اگر اِس کو ذال سے "گذارش"، لکھا جائے تو یہ دوسرا لفظ بن جائے گا، جس کے معنی ہوں گے: چھوڑنا۔ یا جیسے "آذر" کے معنی ہیں "آگ"۔ اور "آزر" نام تھا ابراہیمؑ کے والد یا چچا کا۔ اِسی سے "بُتانِ آزری" بنتا ہے۔ اِن دونوں حرفوں کے لکھنے میں بہت احتیاط کرنا چاہیے۔

آزر: حضرت ابراہیمؑ کے والد یا چچا کا نام۔ اِس میں زے ہے۔ آزری، صنعتِ آزری، بُتانِ آزری، آزر کا خواب (ایک کتاب کا نام)، بُت خانۂ آزر، سب جگہ ز لکھی جائے گی۔

زرتشت: آتش پرستوں کے پیغمبر کا نام۔

زکریاؑ: مشہور پیغمبر کا نام۔

زخّار : جیسے : بحرِ زخّار۔

آزوقہ : تھوڑی سی غذا۔

جَزر : جزر و مد، جس کے معنی ہیں : جوار بھاٹا، اتار چڑھاو۔

اوپر جو لفظ لکھے گئے ہیں، اُن سب میں زے ہے ـــــ اب وہ لفظ لکھے جا رہے ہیں جن میں ذال ہے :

آذر : آگ۔ "آذر پرست" کے معنی ہوں گے : آتش پرست۔ "آذر کدہ" آتش کدے کو کہیں گے۔

آذر بایجان : ایک شہر کا نام۔

جذب : اسی سے "جاذب" بنتا ہے، جس کے ایک معنی ہیں "سیاہی چوس"، بلاٹنگ پیپر بھی اسے کہتے ہیں۔ مجذوب، جذبہ، جذبات؛ سب اسی سے بنے ہیں

ابوذرؓ : ایک مشہور صحابی کا نام۔

ذیابیطس : ایک بیماری کا نام۔

ذی : جیسے : ذی شان، ذی علم، ذی فہم۔

بذلہ : لطیفہ، چٹکلا، مرغوب بات۔

ذرا : یہ "ذرّہ" سے بنا ہے۔ جیسے : ذرا سی بات۔

نذیر : یہ رسول اللہؐ کا ایک نام ہے۔ احمد، محمد، حسن، حسین، علی وغیرہ ناموں کے ساتھ ہمیشہ "نذیر" آئے گا، جیسے : نذیر احمد، نذیر حسن، نذیر محمد وغیرہ۔ ایک دوسرا لفظ ہے "نظیر"، اس کے معنی ہیں : مثل، طرح۔ اسی سے "بے نظیر" بنتا ہے، جس کے معنی ہیں : بے مثل۔ تخلّص کے طور پر نظیر آتا ہے جیسے : نظیر اکبر آبادی۔ "بے نظیر" نام بھی ہوتا ہے، جیسے : بے نظیر شاہ وارثی اس فرق کو ملحوظ رکھا جائے گا، البتّہ عورتوں کا نام "نذیرن" بھی ہو سکتا ہے اور "نظیرن" بھی، مگر اچھا یہ ہو گا کہ "نذیرن" لکھا جائے۔

نذر : نذر، نذرانہ، نذر نیاز، نذر ماننا، نذر چڑھانا، نذر کرنا (جیسے : یہ کتا

آپ کی نذر ہے) ؛ ان سب میں "نذر" ہے - ایک اور لفظ ہے "نظر"، "نظرگزر" میں یہ آتا ہے - اور "نظری" کے معنی ہیں : وہ چیز جو نامنظور کر دی گئی ہو۔

جذر : علمِ حساب کی ایک اصطلاح ہے۔

جذام : کوڑھ - جذامی : کوڑھی۔

رذیل : رذالت، رذالا، ارذل ؛ سب میں ذال ہے۔

۲

فارسی کے پانچ مصدر ہیں : گذشتن، گذاشتن، گذاردن، پذیرفتن، گزاردن - شروع کے چاروں مصدروں میں ذال ہے اور آخری مصدر میں زے ہے۔ اِن سے جو لفظ بنتے ہیں، اُن کے لکھنے میں اکثر غلطیاں دیکھنے میں آتی ہیں۔

گذشتن، گذاشتن، گذاردن ؛ یہ تینوں مصدر ایک گروپ کے ہیں - ان سے جتنے لفظ بنیں گے اُن سب کو ہمیشہ ذال سے لکھا جائے گا - اِس طرح :

گذشتہ، یارانِ گذشتہ، زمانۂ گذشتہ، گذشتگان، رفت و گذشت، سرگذشت، واگذاشت - گذرگاہ، راہ گذر، درگذر - راہ گذار - نیزہ گذار، گذراں، عمرِ گذراں، گذار۔

یہ بات ذہن میں رکھنا چاہیے کہ چلنے، چھوڑنے اور پار کر دینے کے معنی میں گذاردن، گذاشتن، گذشتن کو اور اِن کے مشتقّات کو ذال سے لکھا جائے گا۔ "گذشتہ" کے معنی ہیں : گزرا ہوا - یارانِ گذشتہ : وہ دوست جو اِس دُنیا سے جا چکے ہیں - سرگذشت ؛ گزری ہوئی باتیں، روداد - راہ گذر : راستہ - عُمرِ گذراں : گزرتی ہوئی عُمر - گذرگاہ : راستہ، گزرنے کی جگہ۔

بوے گُل، رنگِ چمن اور یہ عمرِ گذراں سب ٹھہر جائیں گے کوئی اُسے روکے تو سہی

گذشتگانِ زمانہ کا ذکر تم نہ کرو　　یہی غم و الم اُس روزگار میں بھی تھا

بیٹھے ہیں دل کے بیچنے والے ہزارہا　　گزری ہے اُس کی راہ گذر پر لگی ہوئی

---

۶ : گذشتہ خاک نشینوں کی یادگار ہوں ہیں۔

"گزاردن" کو جب زے سے لکھا جائے گا تو اُس کے معنی ہوں گے : پیش کرنا، ادا کرنا، شرح کرنا۔ اِس سے جتنے لفظ بنیں گے، اُن کو لازماً زے سے لکھا جائے گا، جیسے :

گزارش، نماز گزار، تہجّد گزار، خدمت گزار، مال گزار،
مال گزاری، شکر گزار، عبادت گزار۔

"گزارش" کے معنی ہیں : عرض کرنا، پیش کرنا۔ درخواستوں میں یہ لفظ اکثر لکھا جاتا ہے۔ اِس کو اگر "گذارش" لکھا جائے گا تو پھر اُس کے معنی ہوں گے : چھوڑنا۔ لفظ ہی بدل جائے گا۔ "نماز گزار" کے معنی ہوں گے : نماز پڑھنے والا۔ اور اِسی کو اگر "نماز گذار" لکھا جائے تو اُس کے معنی ہوں گے : نماز چھوڑنے والا۔

منظور ہے گزارشِ احوالِ واقعی　　اپنا بیانِ حُسنِ طبیعت نہیں مجھے

کیا پیام اور کیا پیام گزار　　جس کی ہر بات وعظِ عرفانی

"پذیرفتن" کے معنی ہیں : قبول کرنا۔ اِس میں ذال ہے۔ اِس سے بننے والے سب لفظوں کو ذال سے لکھا جائے گا، جیسے :

پذیرفتہ، پذیرا، پذیرائی، دل پذیر، اثر پذیر، رقم پذیر، خلل پذیر۔

اُردو کے مصدر گزرنا، گزارنا اور گزرانا سب میں زے ہے۔ اِن سے جتنے لفظ بنیں گے، سب میں لازماً زے لکھی جائے گی، جیسے :

گزرا، گزرا ہوا، گزر گیا، گزرتے رہنا، گزار دینا، گزار لینا، گزارا،

گزر بسر، گزار دینا، گزرتے رہنا۔

موجِ خوں سر سے گزر ہی کیوں نہ جائے　　آستانِ یار سے اُٹھ جائیں کیا

اے شمع، تیری عمرِ طبیعی ہے ایک رات　　ہنس کر گزار، یا اُسے رو کر گزار دے

جب تک نہ غلامانِ علیؓ کا ہو گزارا　　رضوان پکارے ہے کہ جنت نہیں بھرتی

۳

ایک لفظ ہے "اِزدِحام"، اِس کو کبھی "ازدہام"، کبھی "اژدحام" اور کبھی "اژدہام" بھی لکھا جاتا ہے یہ سب غلط صورتیں ہیں۔ صحیح صورت ہے "اِزدحام"۔

رضائی: اِس کو دو طرح لکھا گیا ہے: رزائی، رضائی۔ زیادہ مستعمل صورت "رضائی" ہے اور اب اِسی کو ترجیح دینا چاہیے۔

۴

ژ، فارسی کا خاص حرف ہے، مگر یہ اور بہت سے لفظوں میں بھی آتا ہے۔ فارسی کا ایک لفظ ہے "نژاد"۔ جیسے: حور نژاد۔ اِس کو "نزاد" لکھنا ٹھیک نہیں۔

دیکھ انشا کہ ایک حور نژاد　　ہے کھڑی وواں کو چق کی اوٹ کھڑی

بورژوا، ٹیلی ویژن، آندرے ژید (ایک نام) اژدھات؛ اِن سب لفظوں میں ژ ہے۔

منت وزاری سے حسرت کی نہیں ہوتا ہے نرم　　دل بتوں کا سنگ ہے، فولاد ہے، اژدھات ہے

اژدر، اژدہا، ارژنگ، اژدھات، پژمردہ، پژوہ (حق پژوہ) ژالہ (ژالہ باری)،

ژولیدہ، کژدم، مژہ، مژگاں، ژولیدگی، نژند، واژوں ؛ اِن سب میں ژ ہے۔

س، ش، ص، ک

۱

سؔ، سں اور شں، شؔ میں کچھ فرق نہیں۔ دونوں صورتیں یک ساں ہیں۔ کون سی صورت کہاں پر اختیار کی جائے، اِس کا تعلّق اصل میں اِس سے ہے یا ہونا چاہیے کہ لکھنے میں جلدی اور پڑھنے میں آسانی اور پھر یہ کہ خوش نمائی کا تقاضا کیا ہے۔

سؔ کے بعد ایک یا ایک سے زیادہ حرف آئیں جن کو شوشے سے ظاہر کیا جائے تو اُس صورت میں اچّھا یہ ہوگا کہ دندانے دار سؔ یا شؔ کے بجائے، کشش دار سں یا شں بنایا جائے۔ اِس طرح شوشوں کا ہجوم بھی نہیں ہوگا اور غلط نویسی کا امکان کم ہو جائے گا، جیسے: سُننا، یاسین۔ اگر دو سین یک جا ہوں، اُس صورت میں مناسب یہ ہوگا کہ پہلے سؔ کو کشش دار بنایا جائے اور دوسرا دندانے دار، جیسے: سسرال۔ اِس کو "سسرال" بھی لکھا جا سکتا ہے، مگر دونوں جگہ دندانے دار سین لکھنے سے، لکھنے اور پڑھنے دونوں میں اُلجھن ہو سکتی ہے (جیسے: سسرال) اور بدنمائی بھی آجائے گی۔ اگر شؔ اور سؔ یک جا ہوں، تو اچّھا یہ ہوگا کہ شں کو کشش دار اور سؔ کو دندانے دار بنایا جائے، جیسے: شمس۔ ہاں، لفظ کے منفصل ٹکڑوں میں اگر یہ یک جا ہوں، اُس صورت میں دونوں کو کشش دار لکھنا کچھ بے جا نہ ہوگا، جیسے: شارستان۔

یہ دیکھا جاتا ہے کہ دندانے دار سؔ جب لفظ کے شروع یا درمیان میں آتا ہے تو جلدی یا بے پروائی کی وجہ سے کبھی کبھی اُس کا ایک دندانہ غائب ہو جاتا ہے، جیسے: "ہندستان"، کو "ہندستان"، لکھنا، یا جیسے "مستیاں"، کہ یہ "متیاں"، رہ جاتا ہے۔ اگر دندانے دار سؔ لکھا جائے تو اِس کا ضرور لحاظ رکھنا چاہیے۔

۲

قفص : اِس کا املا "قفس" اور "قفص" دونوں طرح درست ہے۔ مگر اب عام طور پر "قفس" لکھا جاتا ہے اور اِسی طرح لکھنا چاہیے۔

قسائی : "قصاب" میں ص ہے، اور "قسائی" کو س سے لکھا جائے گا۔

مسالا : اِس کا پُرانا املا "مصالح" ہے۔ دہلی والے اِسی طرح لکھتے تھے۔ فارسی میں بھی یہی املا ہے۔ مگر اب اُردو میں "مسالا" لکھا جاتا ہے اور اِسی طرح لکھنا چاہیے۔

مسرا : جیسے : رام نراین مسرا۔ اِس کو پہلے ص سے بھی لکھا جاتا تھا (مصرا)۔ مسر، مسرا، مسرانی؛ اِن سب لفظوں میں اب س ہی لکھنا چاہیے۔

مِسَل : جیسے : مقدمے کی مسل۔ کچھ لوگ اِس کو "مثل" بھی لکھتے ہیں۔ "سمّن" اور "مسل"، اِن دونوں لفظوں میں س ہی لکھنا چاہیے۔

۳

ص (اسی طرح ض) کے سلسلے میں یہ بات خاص طور پر ذہن میں رہنا چاہیے کہ شوشہ اِس کا جُز ہے۔ شوشے کے بغیر یہ مکمل نہیں ہوگا۔ لفظ کے شروع یا درمیان میں جب یہ حرف آئے تو اِس کا خیال رکھنا چاہیے کہ شوشہ نہ چھوٹ جائے، جیسے : صبا، صیّاد، صبح، صید

نکہت : اِس لفظ میں کاف ہے، اِس کو "نگہت" لکھنا صحیح نہیں۔

ا ن

ایسے بہت سے مصدر ہیں جن میں دو نون یک جا ہیں، جیسے : مُننا، بننا، منتا، ماننا، جاننا، تاننا، بکھاننا، بھوننا، وغیرہ۔ اِن میں پہلا نون اصل لفظ (یا مادّے) کا

جُزٗ ہوتا ہے، اور دوسرا نونؔ، مصدر کی علامت "نا" کا ہوتا ہے (بُن + نا = بُننا ـــ جان + نا = جاننا) ایسے مصادر میں ہمیشہ دو۲ نونؔ لکھنا چاہیے۔ اِن کو "بنّا" یا "بُھنّا" (وغیرہ) لکھنا صحیح نہیں ہوگا۔ محرّف صورت میں بھی دو۲ نونؔ لکھے جائیں گے، جیسے: سُننے میں، ماننے پر، چھیننے تک، بننے کے لیے، پہچاننے پر وغیرہ۔

یہ قاعدہ ہے کہ اگر لفظ دو۲ کلموں سے مرکّب ہے اور پہلے کلمے کا آخری حرف اور دوسرے کلمے کا پہلا حرف ہم جنس ہوں تو اُس صورت میں وہ حرف دو۲ بار لکھا جائے گا۔ اِس میں نؔ کی قید نہیں، کوئی سا حرف ہو، جیسے: اُس سے، جن نے، جگن ناتھ۔ اِن کو "اُسّے، اُنّے، جگنّاتھ" لکھنا صحیح نہیں ہوگا، کیوں کہ یہ سب دو۲ کلموں سے مرکّب ہیں ـــــ اگر ایک لفظ میں فصل کے بغیر کسی حرف کی تکرار ہو، اُس صورت میں ایک حرف لکھا جائے گا اور اُس پر تشدید آئے گی، جیسے: پتّا، گنّا، بُدّھن، مُنّن، لذّت وغیرہ۔ "چھَننا" مصدر ہے جو "چھن" اور "نا" سے بنا ہے، اِس لیے اِس میں دو۲ نونؔ لکھے جائیں گے، اِس کے مقابلے میں ایک اسم ہے "چھنّا" جس کی تانیث "چھنّی" ہے، یہ ایک کلمہ ہے، اِس لیے اِس میں نونؔ مشدّد ہوگا۔ یہی صورت مثلاً "گِننا" (گِن، نا) اور "گنّا" کی ہے۔

۲

عربی یا فارسی کے کسی لفظ میں ساکن نونؔ کے بعد بؔ ہو تو اُس نونؔ کی آواز "م" کی آواز میں بدل جاتی ہے۔ یعنی لکھا تو نؔ جاتا ہے، مگر پڑھنے میں مؔ آتا ہے، جیسے: منبر، منبع، گنبد، جنبش، تنبیہ، انبار، انبساط، زنبیل، سُنبل، شنبہ۔

یہ قاعدہ فارسی اور عربی الفاظ کے لیے ہے۔ ہندی، انگریزی وغیرہ کے سب لفظوں میں ایسے مقامات پر ہمیشہ مؔ ہی لکھا جائے گا، جیسے:

امبالہ، اچمبھا، امبر، امبیدکر، امبیسی، امبولنس، بمبا، بمبو،

بمبوق، بمبئی، تمباکو، ٹمبر، جمبو، چمپا، چمپئی، چمبل، دسمبر، ڈگمبر، رمبھا، زمبیا، زمبور (اوزار)، سمبھل، شمبھو، ستمبر، سمبھا، کھمبا، کمبل، کمبوہ، کمبوڈیا، کمپنی، گمبھیر، گرُمبا، لمبا، ممباسا، مزمبیق، ممبر (جیسے: پارلی منٹ کا ممبر)، نمبر، نمبوتری پد۔

۳

مُنہ، مُنہا مُنہ، مِنہ، مُنہال، مِنہدی، منہگا، منہگائی، منہگ مولا، لنہگا، بنہگی؛ اِن سب لفظوں میں نونؔ، ہ سے پہلے لکھا جائے گا۔ جس طرح "مُنہ" میں نؔ، ہ سے پہلے ہے، اُسی طرح "منہدی" میں ہے۔ یہی صورت دوسرے لفظوں کی ہے۔

"بانہ" کی جمع "بانہیں" ہے، اِس کو "باہیں" لکھنا ٹھیک نہیں۔

"سنہ" کو "سن" لکھنا غلط ہے۔ جیسے "۱۹۷۴ء"، اِس کو "سن ۱۹۷۴ء" یا "سن ستاون" لکھنا درست نہیں۔ سال کے معنی ہیں "سنہ" ہے۔ جب اِس پر عدد لکھے جاتے ہیں تو نؔ کا نقطہ ختم ہو جاتا ہے (سنہ ۱۹۷۴)۔ ویسے باقی رہے گا، جیسے: "سنہ ہجری میں یہ تاریخ لکھی گئی ہے"۔ "سِن" ایک دوسرا لفظ ہے۔ اِسی سے "کم سن" بنتا ہے "کم عمر" کے معنی ہیں۔ میر حسنؔ کا مشہور شعر یاد آگیا:

برس پندرہ یا کہ سولہ کا سِن مرادوں کی راتیں، جوانی کے دِن

۴

منادا کے آخر میں جمع کا نونؔ ہو تو اُس کو نہیں لکھا جاتا، جیسے: اے جوانو،

دوستو!۔

جھوٹ کہتا نہیں ہیں، سچ جانو　　کافرِ عشق ہوں، مسلمانو!

لفظ کے آخر میں نونِ غنّہ ہو تو اُس نون کو نقطے کے بغیر لکھا جاتا ہے۔ اِسی طرح لکھنا چاہیے۔ جیسے: نہیں، جہاں، کہاں، جاؤں۔

کچھ لوگ "میں نے" کو "مینے" لکھا کرتے ہیں اور اس طرح ایک نون غائب ہو جایا کرتا ہے۔ یہ لکھاوٹ ٹھیک نہیں۔ دونوں لفظوں کو الگ الگ لکھنا چاہیے: میں نے۔

۵

کچھ مصدروں کے مشتقّات میں نونِ غنّہ کے ہونے یا نہ ہونے کی بابت اختلافات پائے جاتے ہیں۔ مصدر میں تو نون موجود ہے اور اُس پر سب کا اِتّفاق ہے، مگر اُس مصدر سے بننے والے کچھ افعال اور اسما میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ ایسے الفاظ کی ترجیحی صورتوں کو نیچے لکھا جا رہا ہے:

بانٹنا، بانٹ (جیسے تاش کے پتّوں کی بانٹ)، حصہ بانٹ، بندر بانٹ، بانٹ کھانا وغیرہ سب میں نونِ غنّہ ہے، اِن کو اِسی طرح لکھا جائے گا۔ تولنے کے لیے جو اوزان کام میں آتے ہیں، اُن کو "باٹ" لکھنا چاہیے نون کے بغیر۔ "باٹ" کے ایک معنی "راستہ" بھی ہیں۔ اِسی سے "بارہ باٹ" بنتا ہے۔

"بانٹنا" میں نون ہے، مگر "بٹنا"، "بٹانا" اور "بٹوانا"، "بٹ جانا"، نونِ غنّہ کے بغیر مستعمل ہیں۔ اِن کے سارے مشتقّات کی یہی صورت ہے، یعنی: بٹنا، بٹانا، بٹوانا، بٹوارا، بٹائی، بٹوائی ـــــ "بٹنا"، کے معنی ہیں: تقسیم ہونا۔ "بٹنا" ایک اور مصدر بھی ہے، جیسے: رسّی بٹنا، یہ بھی نونِ غنّہ کے بغیر ہے۔

بھونکنا، بُھنکنا، بھنکوانا، سوئی بُھنک گئی، چھری بھونک دی؛ سب مع نونِ غنّہ۔

"بھیچنا" اور اِس کے مشتقات ن کے بغیر آئیں گے۔

"پوچھنا" (پرسیدن) کی ایک پُرانی صورت "پونچھنا" بھی ہے۔ اسی طرح "سوچنا" کو پہلے "سونچنا" بھی لکھا جاتا تھا۔ اب بھی شاید کوئی لکھتا ہو۔ اِن دونوں مصدروں کو اب بغیرِ نونِ غنّہ لکھنا چاہیے۔ "پونچھنا" صاف کرنے کے معنی میں، ایک دوسرا مصدر ہے اور اِس میں نونِ غنّہ ہے۔

پھنسنا، پھنسانا، پھنسوانا؛ سب مع نون لکھے جائیں گے۔

پھونکنا، پھُنکنا، پھُنکوانا؛ اِن میں بھی نونِ غنّہ ہے۔

پھنکنا، پھینکنا، پھنکوانا، پھینک پھانک۔ ٹانکنا، ٹنکانا، ٹنکوانا، ٹنکائی، ٹنکوائی، ٹانکا ـــــ ٹھونسنا، ٹھانسنا، ٹھُنسنا، ٹھُنسانا، ٹھُنسوانا، ٹھُنسنا، ٹھونس ٹھانس؛ سب مع نونِ غنّہ۔

"ٹھَس" ایک دوسرا لفظ ہے، نون کے بغیر۔ اسی طرح "ٹھسا ٹھس" بھی نون کے بغیر ہے۔

ٹھونکنا، ٹھُنکنا، ٹھُنکوانا؛ سب مع نونِ غنّہ ـــــ خوب مارنا، زدوکوب کرنا کے معنی میں "ٹھوکنا" بغیرِ نونِ غنّہ ہے۔ اسی طرح: دیوار میں کیل ٹھونک دی، اور میں نے آج اُسے خوب ٹھوکا۔

جانچنا، جنچنا، جنچوانا، جانچ۔ جھانکنا، جھنکوانا۔ جھونکنا، جھونک دینا، جھونک، جھونکا، نوک جھونک۔ چھانٹنا، چھنٹنا، چھنٹوانا، چھنٹائی، کاٹ چھانٹ۔ "چھٹنا" نون کے بغیر بھی آتا ہے، جیسے: ابر چھٹ گیا، اور وہ تو چھٹا ہوا لفنگا ہے۔

ڈانٹنا، ڈانٹ، ڈانٹ ڈپٹ ـــــ ڈھانپنا، ڈھانکنا۔ "ڈھکنا" نون کے بغیر ہے، جیسے: سر ڈھکو۔ اسی سے ڈھکنا، ڈھکنی، ڈھکّن بنیں گے۔

سانٹھنا، سانٹھ گانٹھ۔ سِنکنا، سینکنا، سنکوانا، سنکائی، سینک۔ سینچنا، سنچائی، سِنچنا۔ کھینچنا، کھنچنا، کھنچوانا، کھینچ کھانچ، اینچ کھینچ

کھنچاو، کھنچاوٹ، سب مع نونِ غنّہ۔

کھونسنا۔ کونچنا۔ گوتھنا، گتھنا، گتھوانا، گتھواں؛ سب بغیر نونِ غنّہ۔

گانٹھنا، گانٹھ، مع نونِ غنّہ۔ "گٹھنا" گٹھانا اور گٹھوانا بغیر نون کے ہیں۔ اِن کے مشتقات و مرکّبات بھی نون کے بغیر آئیں گے، جیسے: گٹھائی، گٹھوتی، گٹھ جانا، گٹھوائی۔ گھونٹنا، جیسے: گلا گھونٹنا، مع نونِ غنّہ ہے ——— گھوٹنا: رگڑنا، حل کرنا، چکنا کرنا، رٹنا، اِن معنوں میں یہ نون کے بغیر ہے۔

گھٹوانا، گھٹانا اور "گھٹنا"، بھی نون کے بغیر آئیں گے، جیسے: آج کل تو خوب گھٹ رہی ہے۔ اور جیسے: سر گھٹالیا۔ دال گھٹوانا۔

۶

نونِ غنّہ کے جزوِ لفظ ہونے یا نہ ہونے کے لحاظ سے، مصدروں کی طرح کچھ لفظوں میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے، اور کچھ لفظ ایسے ہیں جن میں غلطی سے نون کو شامل کر دیا جاتا ہے یا اِس کے برعکس ہوتا ہے۔ ایسے ضروری لفظوں کی اُن صورتوں کو نیچے لکھا جا رہا ہے جن کو اختیار کرنا چاہیے۔ اِن لفظوں سے متعلّق تفصیلی بحث اردو املا میں دیکھی جا سکتی ہے۔

گھاس، گھسیارا۔ کوپل۔ سپّیرا، سپّولا، سپّولیا۔ پیٹھ (آٹھویں دِن کا بازار)۔ پانسا۔ بھوچکّا۔ مجیرا۔ پوچپلا۔ رُوانسا۔ سماں۔ منجھولا، منجھولی۔ مانجھی۔ گھونسا۔ گروی۔ کیچوا۔ کنوارا، کنواری۔ منجدھار۔ موچھ، مچھندر۔ مُنڈاسا۔ کینچلی۔ جھونک، جھونکا۔ جھونپڑا، جھونپڑی۔ پلیتا۔

ایک لفظ ہے: خوناب۔ اِسی سے "خونابہ فشانی" بنتا ہے۔ اِس کو "خونناب" لکھنا درست نہیں۔ "خوناب" اصل میں "آبِ خون" کی بدلی ہوئی صورت ہے، "زہراب" اور "برفاب" اور "سیلاب" کی طرح۔

۷

ایسے ناموں کے آخر میں نوّن آتا ہے جو پیار کے طور پر رکھ لیے جاتے ہیں۔ اِن میں اکثر تصغیر کا پہلو بھی ہوتا ہے۔ ایسے سب ناموں کو مع نون لکھا جائے گا، تنوین کے ساتھ نہیں لکھا جائے گا، جیسے:

اچھّن، اغّن، شبّن، بُھلّن، ہدّن، شدّن،
جُمّن، نقّن، اِشّن، رفّن، کلّن، اِبّن۔

یہ بات پہلے لکھی جاچکی ہے کہ عورتوں کے ناموں کے آخر میں بھی ںَ آتا ہے، تنوین وہاں بھی نہیں آئے گی، جیسے: کریمن، تسلیمن، شریفن، حجّن، براتن۔ لفظ کے آخر میں نَ تانیث کے لیے بھی آتا ہے، جیسے: دھوبی اور دھوبن اِسی طرح نذیر اور نذیرن۔

۸

آنْو، پانْو، ٹھانْو، چھانْو، دانْو، کھڑانْو، گانْو، نانْو:

یہ آٹھوں لفظ ایک ہی انداز کے ہیں۔ اِن سب کے آخر میں واو آئے گا اور اُس سے پہلے نونِ غنّہ۔ "پانْو" کو چار طرح لکھا جاتا ہے: پاؤں، پانوں، پانوں، پانْو۔ یہی صورت "گانْو" کی ہے۔ اب اِن سب لفظوں کو اِسی طرح لکھنا چاہیے۔

یہ خیال رہے کہ "پانا" مصدر سے "پاؤں"، فعل بنے گا، جیسے: میں اُس کو کہاں پاؤں گا۔ اِسی طرح "گانا" سے "گاؤں" بنے گا، جیسے: میں آج نہیں گاؤں گا۔ اور "چھانا" سے "چھاؤں"، فعل بنے گا۔ "گاؤں"، فعل ہے، اور "گانْو" اسم ہے۔ اِسی طرح "پاؤں"، فعل ہے، اور "پانْو" اسم ہے۔ اور "چھاؤں"، فعل ہے اور "چھانْو" اسم ہے۔

بیٹھ جاتا ہوں، جہاں چھانْو گھنی ہوتی ہے
ہائے کیا چیز غریبُ الوطنی ہوتی ہے

بھاگے تھے ہم بہت، سو اُسی کی سزا ہے یہ
ہو کر اسیر دابتے ہیں راہ زن کے پانْو

ایک مشہور مثل ہے: ہاتھی پھرے گانْو گانْو، جس کا ہاتھی اُس کا نانْو۔

"پانْو" کی جمع "پانْوؤں" بنے گی۔ یعنی دو واو، اور دوسرے واو پر ہمزہ۔ اسی طرح "گانْو" کی جمع "گانوؤں" ہوگی۔ اور "کھڑانْو" کی جمع "کھڑانْویں" اور "کھڑانْوؤں" آئے گی۔

کُنْواں: اِس میں کاف کے بعد نونِ غنّہ ہے۔ اِس کی جمع "کنْوَیں" اور "کنْوؤں" ہوگی۔ اسی وزن کا ایک لفظ ہے "دُھواں"، مگر عام استعمال میں آکر اس کا نونِ غنّہ ختم ہو چکا ہے، اِس لیے اِس کو اِسی طرح لکھا جائے گا۔ اِس کی محرّف صورت ہوگی: "دُھویں"۔ اسی طرح ایک اور لفظ ہے "رُواں"۔ اِس کو "روآں" بھی لکھا جاتا تھا۔ اب "رُواں" لکھنا چاہیے۔ اِس کی دوسری صورتیں ہوں گی: روئیں، روؤں ——
اب اِن الفاظ کی صورت یہ ہوئی:

کُنواں، کنویں، کنوؤں —— دُھواں، دھویں ——
رُواں، روئیں، روؤں۔

ہاں، کنواں کی تصغیر "کُیّاں" آئے گی۔ اِس وزن کے کئی لفظ ہیں، جیسے: ٹُیّاں، گھُیّاں، گُیّاں —— کسی کا شعر ہے:

تجھے سچ مچ کا یوسف کیوں نہ کر دوں، یوسفِ ثانی!
گرا دوں آج لے چل کے کہیں رستے کی کُیّاں میں

ا واو

پہلے یہ طریقہ تھا کہ پیش کو ظاہر کرنے کے لیے کچھ لفظوں میں واو لکھتے تھے، جیسے:

اوس، پہونچنا، دوکان، اودھر، اوٹھانا، اودھار وغیرہ۔اب یہ طریقہ ختم ہو چکا ہے۔اِس لیے اب اُس واو کو نہیں لکھنا چاہیے۔اب "اوس" کوئی نہیں لکھتا، مگر بعض لفظوں میں اب بھی اُس فالتو واو کی صورت نظر آجاتی ہے، جیسے لفظ ہے "دُکان" اِس کو "دوکان" لکھ دیا جاتا ہے۔اِسی طرح "پہنچنا" کو "پہونچنا" بھی کچھ لوگ لکھتے ہیں۔ یہ ٹھیک نہیں۔اِن کو "دکان" اور "پہنچنا" لکھنا چاہیے۔ایسے کچھ لفظ یہ ہیں:

مُٹاپا، مُکیلا، جُلاہا، کُہار، مچھندر، اُدھار، دُلھن، دُہائی، دُدھیل، دُہرا، دُہرانا، کُہار، دُلائی، گُیّاں، گھُیّاں، مُٹیّاں، گُنیا، پُربیا، پُربیے، گھُرو (نظم میں "گوکھرو" بھی آتا ہے)، گُلائی، گُلاوٹ۔ ("گولائی" بھی آتا ہے)۔

۲

دُگنا اور دوگنا، دونوں لفظ مستعمل ہیں۔جہاں پر جس طرح استعمال میں آئیں گے اُسی طرح لکھے جائیں گے۔

رومال : اِس میں واو ہے۔"رومالی" میں بھی واو ہے، جیسے: رومالی سوّیاں۔البتہ پاجامے کی "رُمالی" ہوتی ہے۔اِس فرق کو ملحوظ رکھا جائے گا۔

ہندستان : نظم میں "ہندوستان" بھی آتا ہے اور "ہندستان" بھی۔نثر میں "ہندستان" کو ترجیح دینا چاہیے۔

عَمْرو : یہ نام ہے۔اِس میں مَ اور رْ دونوں ساکن ہیں، اور عَ پر زبر ہے۔اِس کے آخر میں ایک زائد واو اِس لیے لکھا جاتا ہے کہ حضرت عُمرؓ کے نام سے یہ الگ رہے۔یہ واو پڑھنے میں نہیں آتا۔ "عَمرو عیّار" کا نام بہتوں نے سنا ہوگا۔ اِس کو اِسی طرح لکھنا چاہیے۔

بُل ہوس، بُل عجب، بُل فضول : اِن تینوں لفظوں میں پہلا ٹکڑا "بُل" ہے۔ یہ فارسی کا کلمہ ہے۔ اِس کے معنی ہیں "بہت"۔ اِس کلمے کو مع واو نہیں لکھنا چاہیے۔ یعنی "بوالہوس" کے بجائے "بُل ہوس" لکھنا چاہیے۔

۳

بہت سے مرکبات ایسے ہیں جن کا پہلا ٹکڑا "دو" ہے۔ اُن کو اِسی طرح لکھنا چاہیے، جیسے: دوپٹّا، دوانی، دوبارہ، دوپلّا، دوپلّی، دوچار، دوسوتی، دوشالہ، دوشاخہ، دوگانہ، دوگانا، دوہتّڑ، دوبالا وغیرہ۔

۴

کچھ لفظوں میں واو لکھا جاتا ہے مگر پڑھنے میں نہیں آتا۔ اِس واو کو "واوِ معدولہ" کہتے ہیں۔ جیسے:

خوش، خوشی، خواب، خواجہ، خوار، درخواست،
خواہش، خواہ مخواہ، تنخواہ، خوان، خوانچہ، خواندہ،
خورد بُرد، خوراک، برخوردار، خود، خودی، خوددار،
خودکُشی، خوشنود، خوش نما، خوشامد، خورشید، خواہر،
خویش، کم خواب (ایک کپڑا)۔

خورشید اور کم خواب اِن دونوں لفظوں کو "خرشید" اور "کمخاب" بھی لکھا جاتا رہا ہے، مگر اب اِن کا ایک املا اختیار کرنا چاہیے اور اِن کو مع واو (خورشید، کم خواب) لکھنا چاہیے۔

کچھ لفظوں میں واوِ معدولہ موجود نہیں، مگر غلطی سے لکھ دیا جاتا ہے۔ جیسے ایک

لفظ ہے "خُرد"، اِس کے معنی ہیں: چھوٹا۔ یہ بزرگ کی ضد ہے۔ "خرد و کلاں"، عام طور پر بولا اور لکھا جاتا ہے۔ اِس کو "خورد" لکھنا غلط ہے۔ "خورد" ایک اور لفظ ہے "خوردن" مصدر سے، اُس کے معنی ہیں: کھایا۔ ایسے خاص خاص لفظ یہ ہیں:

خُردہ : ریزہ، ٹکڑا، ریزگاری، عیب۔ جیسے: خُردہ فروش، خُردہ گیر (عیب نکالنے والا)، روپیا خُردہ کرانا۔

خُرد خردو کلاں، خُرد سال، خُرد نوکا (جوتے کے لیے)، خردی و بزرگی۔

خرسند۔ خرسندی۔ خرّم۔ خرمی۔ برخاست۔ برخاستگی۔

ذو، عربی کا ایک سابقہ ہے، جیسے: ذوفنون، ذومعنی، ذومعنیین۔ جب اِس کے بعد "الف لام" آئے گا تو واو پڑھنے میں نہیں آئے گا، مگر لکھا ضرور جائے گا، جیسے:

ذوالفقار، ذوالجلال، ذوالجناح، ذوالنورین، ذوالنّون۔

جُز۔۔۔۔ جزو: "جُز" کے معنی ہیں: ٹکڑا۔ عربی میں "جزءٗ" تھا۔ اُردو میں "جُز" رہ گیا۔ اِسی سے "جُزئی" اور "جُزئیات" بنتے ہیں۔ فارسی میں اِسی سے "جزو" بنا ہے۔ جب یہ لفظ مضاف یا موصوف ہو، اُس وقت اِس کو مع واو لکھنا چاہیے، جیسے: جزوِ بدن۔ مفرد صورت میں دونوں طرح استعمال کیا جا سکتا ہے۔ مگر اچّھا یہ ہے کہ ترکیب کے بغیر "جز" لکھا جائے۔ جیسے، ع : جُز، مرتبۂ کُل کو حاصل کرے ہے آخر۔ اِسی سے جُزدان، جُزرسی، جُزبندی بنتے ہیں۔ اِس کا بھی خیال رکھنا چاہیے کہ لفظ "کُلّی"، کے متضاد کے طور پر "جُزئی"، لکھنا چاہیے ("کلّیات" کے مقابلے میں "جزئیات") اور ویسے "جزوی"، لکھنا چاہیے، جیسے: یہ بات جُزوی طور پر ٹھیک ہے۔

"جُز" جس کے معنی ہیں "سوا"، وہ فارسی کا لفظ ہے اور اِسی طرح مستعمل ہے، جیسے: جُز ترے کچھ نظر نہیں آتا۔

پھوار : اِس لفظ کو کئی طرح لکھا جاتا ہے، پھوار، پُھہار، پُھآر۔ اِس کو اب "پھوار" لکھنا چاہیے۔

چُھوارا : اِس کو "چُھہارا" اور "چُھوارا" دو طرح لکھا جاتا رہا ہے اب اِس کو بھی

"چھوارا" لکھنا چاہیے۔

روپیا : اِس میں واو شامل ہے اور اِسی طرح لکھنا چاہیے۔ محرّف صورت میں "روپے" لکھا جائے گا۔ واو کی آواز اِس میں بہت دب جاتی ہے، مگر واو کو لکھا جائے گا۔ مگر "رُپہلا" اور "رُپہلی" کو واو کے بغیر ہی لکھنا چاہیے، جس طرح "سنہرا" اور "سنہری" واو کے بغیر لکھے جاتے ہیں۔

ہ

ہ کی تین قسمیں ہیں : (۱) ہائے ملفوظ : وہ ہ جو تلفّظ میں آئے، جیسے : وہ، یہ، ماہ، بہت، کہنا۔ (۲) ہائے مختفی : وہ ہ جو تلفّظ میں نہ آئے اور صرف اپنے حرفِ ماقبل کے زبر کو سہارا دے، جیسے : مے خانہ، پردہ (۳) ہائے مخلوط، اِسے دوچشمی ہ بھی کہتے ہیں، جیسے : گھر، بھر۔ ملفوظ ہ جب ملا کر لکھی جاتی ہے تو اُس کی تین شکلیں تحریر میں آتی ہیں۔ جب یہ لفظ کے شروع میں آتی ہے تو ب کے شوشے کی طرح لکھی جاتی ہے اور پہچان کے لیے ایک اور شوشہ اُس کے نیچے لگایا جاتا ہے، جسے عام لوگ "لٹکن" بھی کہتے ہیں، جیسے : ہوا، ہب —— جب یہ بیچ میں آتی ہے تو اِس کی شکل بدل جاتی ہے اور اُس صورت کو "کہنی دار" کہتے ہیں۔ جیسے : بہت، کہنا۔ نیچے والا شوشہ یہاں بھی لازماً لگایا جائے گا —— جب یہ لفظ کے آخر میں آتی ہے اور ملا کر لکھی جاتی ہے تو اِس کی شکل ہائے مختفی کی سی ہوتی ہے، مگر اِس کے نیچے جو شوشہ (لٹکن) ہوگا وہی اِس کی پہچان ہوگا کہ یہ ملفوظ ہ ہے، مختفی نہیں۔ جیسے : جگہ، بِہ، مُنہ، مِہ، تہ، بہ، سہہ، کہ۔ نیچے والا شوشہ، ملفوظ ہ کا لازمی جز ہے، یہ بات سامنے رہنا چاہیے۔ جیسے : مے خانہ، اِس میں ہائے مختفی ہے، اِسی لیے اُس کے نیچے شوشہ نہیں آئے گا، اور "مُنہ" میں ہائے ملفوظ ہے، اِس لیے اُس کے نیچے شوشہ آئے گا۔ اِسی شوشے سے ہائے ملفوظ و ہائے مختفی میں امتیاز کیا جاتا ہے۔

کھنی دار ھ ہمیشہ لفظ کے بیچ میں آتی ہے، جیسے: کہنا، بہنا، سہنا۔ لفظ کے آخر میں کبھی نہیں آتی۔ یہ غلطی عام طور پر دیکھنے میں آتی ہے کہ لفظ کے آخر میں آنے والی ہ کو کھنی دار لکھا جاتا ہے اور پھر اُس کے لیے ایک اور ہ کو آخر میں بڑھانا پڑتا ہے، گویا ایک ہ کی جگہ دو ہ جمع ہو جاتی ہیں۔ یہ بالکل غلط لکھاوٹ ہے۔ جیسے: "کہنا" کا فعلِ امر "کہ" ہوگا۔ یہ دو حرفی لفظ ہے (ک + ہ = کہ)، اِس کو "کھہ" لکھنا غلط ہوگا، کیوں کہ اِس طرح دو ہ آئیں گی۔ اِسی طرح صحیح لفظ "یہ"، "ہے"، اِس کو "یھہ" لکھنا اِسی لیے غلط ہوگا۔

"کہ" ایک الگ کلمہ ہے، جیسے: میں نے پوچھا کہ تم کہاں جارہے ہو۔ اِس میں "کہ" ہے۔ اور "اُس سے یہ بات کہہ" اِس میں "کہہ"، ہے، "کہنا" کا امر۔

"نہ" نفی کا کلمہ ہے، جیسے: نہ کرو۔ اور "نُہ" عدد ہے، جیسے: نُہ فلک۔

ایسے کچھ لفظ جن کے آخر میں ہائے ملفوظ ہے:

توجیہ، تنبیہ، تشبیہ، توجّہ، جگہ، سیہ، مُنہ، مشابہ، تہ، شہ، بارگہ، فقہ، توبہ، یہ۔

جن لفظوں کے آخر میں دو ہ ہیں، اُن میں دو ہ لکھی جائیں گی، جیسے:

قہقہہ (ق ہ ق ہ ہ) بالمشافہہ، جبہہ، شُبہہ (ش ب ہ ہ)۔

کچھ لفظوں کو کئی طرح لکھا جاتا رہا ہے اور بعض لفظوں میں ہ کی جگہ غلطی سے ح لکھ دی جاتی ہے۔ ایسے لفظوں کی اُن صورتوں کو نیچے لکھا جارہا ہے جن کو اب اختیار کرنا چاہیے:

ہائل، حائل: "ہائل" کے معنی ہیں: ہول ناک، ڈرانے والا۔ "حائل" کے معنی ہیں: بیچ میں آنے والا، روک۔ اِن دونوں لفظوں کے استعمال میں معنوی فرق کا لحاظ رکھنا چاہیے، جیسے: واقعۂ ہائلہ، اور دیوار حائل ہے۔

ہامی، حامی: "ہامی بھرنا" کے معنی ہیں: اقرار کرنا۔ جیسے: اُس نے ہامی بھری ہے۔ اور "حامی" کے معنی ہیں: مددگار، حمایت کرنے والا۔ جیسے: خدا ہمارا حامی ہے

تہس نہس: اِس کو "تحس نحس" لکھنا ٹھیک نہیں۔

ہرج، ہرجانا، ہرجا خرچا: اِن سب کو ہ سے لکھنا چاہیے۔ جیسے: کام کا ہرج ہو رہا ہے۔ اِسی سے "ہرج مرج" بنا ہے۔

ہونّق: اِس کو "حونّق" لکھنا ٹھیک نہیں

گرستی، گھر گرستی: اِس کو اِسی طرح لکھنا چاہیے۔

ٹھہرنا، اُفّوہ، تھاہ، پروا: اِن لفظوں کو اِسی طرح لکھنا چاہیے۔ ٹھہرنا، ٹھہرانا، ٹھہر جانا، ٹھہر؛ سب کو اِسی طرح لکھنا چاہیے۔ اِس کا ایک پُرانا املا "ٹھیر" بھی ہے۔ "پروا" صحیح لفظ ہے، اِس کو "پرواہ" لکھنا غلط ہے۔ "اُفّوہ" میں ہ ہے، اِس کو "اُفّو" لکھنا ٹھیک نہیں۔

۲

ہائے مختفی کے لیے یہ الف کے بیان میں لکھا جا چکا ہے کہ وہ عام طور پر عربی فارسی لفظوں کے آخر میں آتی ہے، اِس لیے اردو، ہندی، انگریزی وغیرہ کے ایسے لفظوں کے آخر میں الف لکھا جائے گا، جیسے: پتا، بھروسا وغیرہ —— اِسی طرح ہائے مختفی کے نیچے وہ شوشہ کبھی نہیں آئے گا جو ہائے ملفوظ کے نیچے آتا ہے، جیسے: کعبہ، بت خانہ۔ اور ہائے ملفوظ کے نیچے یہ شوشہ لازماً آئے گا، جیسے: یہ، کہ، تہ، جگہ۔

۳

ہائے مختفی سے پہلے جو حرف ہوتا ہے، اُس پر عموماً زبر ہوتا ہے۔ جب ایسے لفظ محرّف ہوں گے (یعنی جب اِن لفظوں کے بعد حرفِ جار وغیرہ آئیں گے یا اِن کی جمع بنائی

جائے گی یا بعض اور صورتیں) تو ہائے مختفی، یے سے بدل جائے گی اور اُس سے پہلے حرف کا زبر، زیر میں تبدیل ہو جائے گا۔ جیسے : کعبہ اور کعبے ہیں۔ جلوہ اور جلوے۔ پردہ اور پردے۔ مرثیہ اور مرثیے۔ نظریہ اور نظریے۔ تین واقعے، چار پیمانے، جلوے بکھر گئے وغیرہ۔ اِس بات کا خاص طور پر خیال رکھنا چاہیے کہ اِس صورت میں ایسے لفظوں کو یے سے لکھا جائے۔ ایسی غلطیاں بہت ہوتی ہیں کہ محرّف صورت میں بھی ایسے لفظوں کو ہ کے ساتھ لکھا جاتا ہے۔ مثلاً "چار پیمانہ"، "مرثیہ پڑھے گئے"، "کعبہ گئے تھے"، یہ سب غلط صورتیں ہیں۔ "چار پیمانے"، "مرثیے پڑھے گئے"، "کعبے گئے" اِن کی صحیح صورت ہوگی۔

غنچے! تری زندگی پہ دل ہلتا ہے　　بس ایک تبسّم کے لیے کھلتا ہے

ایک لفظ ہے : ذمّہ۔ محرّف صورت میں یہ "ذمّے" ہو جائے گا، جیسے : اُن کے ذمّے تین روپے نکلتے ہیں۔ اِسی سے "ذمّے داری" بنے گا۔

ایک لفظ ہے : کیوں کر، اِس کی ایک صورت ہے : کیونکے۔ ایک اور لفظ ہے : کیوں کہ۔ اِن دونوں میں امتیاز کو ملحوظ رکھنا چاہیے۔ جیسے : میں نے اُن سے کچھ نہیں کہا کیوں کہ وہ خود پشیمان تھے۔ یہاں "کیوں کہ" کا محل ہے۔ اور جیسے یہ مصرع : نہ جانوں کیونکے مٹے داغِ طعنِ بد عہدی۔ اِس میں "کیونکے" آئے گا (کس طرح کے معنی میں)۔

کچھ لفظوں کے آخر میں غلط طور پر ہائے مختفی لکھ دی جاتی ہے، جیسے "موقع" صحیح لفظ ہے، اُس کو "موقعہ" لکھنا غلط ہوگا۔ یا جیسے "مع" کو "معہ" لکھنا۔ اِسی طرح "مصرع" کو "مصرعہ" لکھنا بھی غلط ہے۔ موضع، مصرع، موقع، بابت، آیت، مع؛ اِن سب لفظوں کی صحیح صورت یہی ہے۔ اِسی طرح لکھنا چاہیے۔

۴

اسلحہ جات، بیروں جات، پارچہ جات، کارخانہ جات، حوالہ جات،

صوبہ جات، علاقہ جات، محکمہ جات ؛ اِن سب لفظوں کو اِسی طرح لکھا جائے گا، یعنی علامتِ جمع " جات " کو ملا کر نہیں لکھا جائے گا۔ (جیسے : بیرونجات)۔

۵

ہائے مخلوط کو ہمیشہ دوچشمی صورت میں لکھا جائے گا، جیسے : گھر۔ اِس کو "گہر" لکھنا غلط ہوگا۔ جن لفظوں کے آخر میں "ھ" لکھی جاتی ہے تو کبھی کبھی اُس ھ کے بعد ایک ہائے مختفی بھی لکھ دی جاتی ہے، جیسے : "آنکھہ ہاتھہ بیٹھہ" یہ غلط املا ہے۔ صحیح املا ہوگا : آنکھ، ہاتھ، بیٹھ وغیرہ۔

۶

بہت سے لفظ ہیں جن میں کبھی دو "ھ" لکھی جاتی ہیں اور کبھی ایک۔ جیسے کوئی "ڈھونڈھنا" لکھتا ہے اور کوئی "ڈھونڈنا"۔ اِس میں اِس کا خیال رکھنا چاہیے کہ جو لفظ دو ٹکڑوں سے مل کر بنے ہیں، اور دونوں ٹکڑے الگ الگ لکھے جاتے ہیں، اُن میں دو "ھ" لکھی جائیں گی اور باقی لفظوں میں ایک۔ نیچے پہلے وہ لفظ لکھے جاتے ہیں جن میں اب ایک "ھ" لکھنا چاہیے :

بھابی، بھبّڑ، بھبک، بھبکنا، بھبکا، بھپکا،
بھبوت، بھبوکا، بھبکانا، بھنبوڑنا، بھنبیری، بھپارا،
بھٹّی، بھکاری، بھیک، بھوبل، بھجنگا، بھجیا،
پھپّس، پھپولا، پھپوندی، پھوپا، پھوپی، پھیپڑا،
ٹھٹانا، ٹھوتن، ٹھسڑنا، ٹھٹکنا، ٹھاٹ، ٹھاٹر،
ٹھٹ، ٹھٹک، ٹھٹول، ٹھٹیرا، ٹھڈّا، ٹھونٹ،

ٹھنٹ، ٹھنڈ، ٹھنڈا، ٹھیٹ، ٹھینٹی، چھچھڑا،
چھچھلا، پچھورا، چھچھوندر، چھوچک، جھانجن، جھنجھر،
جھجکنا، جھجک، جھروکا، جھنجری، جھنجلانا، جھنجلاہٹ،
جھنجوڑنا، جھنجی، چھچلنا، چھیچالیدر، دھند، دھندلا،
دھندلکا، ڈھنڈورا، ڈھونڈنا، ڈھنڈار، کھٹک، کھوکلا،
کھک، کھکوڑنا، کھکیڑ، کھنکارنا، کھنکنا، گھگو،
گھگی، گھگیانا، گھونگٹ، گھونگا، منجدھار، گھنگرو،
گھنگچی، گھنگرالے، گھنگریا، گھینگرا، گھاگرا، گھنگنیاں،
گھنگولنا، گھونگر۔

ایسے لفظ جن میں دو ھ آئیں گی :

بھن بھن، بھن بھنانا، بھق بھق، بھقر بھقر، بھل بھلانا،
بھل بھل، بھچ بھچانا، پھڑ پھڑانا، پھس پھس، پھس پھسا،
پھسر پھسر، پھٹ پھٹانا، پھٹ پھٹیا، پھد پھدانا، پھر پھرانا،
پھل جھڑی، چھل چھل، تھر تھرانا، تھر تھری، تھک تھکانا،
تھل تھلانا، تھل تھل، چھم چھم، چھن چھن، پھن پھنانا،
تھئی تھئی، تھکم تھکا، ٹھسا ٹھس، ٹھن ٹھنانا، جھر جھرا،
جھر جھری، جھل جھلانا، جھن جھنانا، جھن جھنا، دھک دھک،
دھڑا دھڑ، دھک دھکی، دھل دھلانا، کھٹ کھٹانا، کھچا کھچ،
کھن کھنانا، بھیڑ بھڑکا، گھم گھم۔

جن مصدروں میں دو "ھ" ہوں گی، اُن کے مشتقات میں بھی دو "ھ" آئیں گی۔ اسی طرح جن مصدروں میں ایک "ھ" ہے، اُن کے مشتقات میں بھی ایک "ھ" رہے گی۔

مجھے، تجھے، مجھ کو، تجھ کو؛ ان کو اسی طرح لکھا جائے گا۔ "مجکو" یا "تجکو" لکھنا ٹھیک نہیں۔ نیز "مجھ" اور "کو" ان دونوں کو الگ الگ لکھنا چاہیے : مجھ کو۔

اِسی طرح : تجھ کو۔

سرہانا، انھیں، تمھیں، تمھارا، تمھاری، کلھاڑی، منھیار، منھیارن، اُٹھتّر، اِکھتّر ؛ اِن سب لفظوں کو اِسی طرح (ھ کے ساتھ) لکھا جائے گا۔ ان کو سرہانا، تمہارا، کلہاڑی، اُٹہتّر، وغیرہ لکھنا ٹھیک نہیں۔

سرہانے میرؔ کے کوئی نہ بولو　　　　ابھی ٹک روتے روتے سو گیا ہے

کچھ لفظ ایسے ہیں جن کو پہلے کبھی مع ھ لکھا جاتا تھا اور کبھی اُس کے بغیر (جیسے: جیب اور جیبھ۔ ہونٹ اور ہونٹھ۔ بھیک اور بھیکھ۔ تڑپنا اور تڑپھنا وغیرہ)۔ اب اُن لفظوں کی رائج صورت یہ ہے اور اِسی طرح لکھنا چاہیے :

جیب، ہونٹ، تڑپنا، جھوٹ، ٹھنڈ، بھیک،
بھکاری، جانگیا، جانگ، پودا، کوند، کوندا،
گبرو، گورکھ دھندا، سُدھ بُدھ، سانٹھ گانٹھ، کرگھا، گھچ پچ،
چبھنا، ہاتھ، ہتھ پھول، ہتھ چھُٹ، ہتھ پھیری، ہتھ نال،
ہتیلی، ہتیار، ہتکڑی، ہتیا لینا، ہتّا، ہتّی،
نہتا، ہاتھی، ہتھنی، پھوہڑ، پہاڑ، جماہی،
باڑ (کانٹوں یا جھاڑی کی احاطہ بندی)، باڑھ (دھار، دریا کی طغیانی، بڑھنا وغیرہ، جیسے: دریا باڑھ پر ہے، تلوار کی باڑھ)۔

ہمزہ

ہمزہ اُردو میں مستقل حرف کی حیثیت رکھتا ہے۔ اِس کے لیے یہ قاعدہ یاد رکھنا چاہیے اور اِس بات کو نہ بھولنا چاہیے کہ ہمزہ، الف کا قائم مقام ہے۔ " جب دو حرفِ علّت اپنی اپنی آواز الگ الگ دیں تو اُن کے بیچ میں ہمزہ آسکتا ہے، نہیں تو نہیں۔ اِس لیے آؤ، جاؤ وغیرہ میں ہمزہ لکھنا چاہیے، مگر بناو سنگار، بھاو تاو، بہاو، گھاو

میں ہمزہ کی ضرورت نہیں۔ اسی طرح چاے، راے، گاے، ہاے، ہاے واے میں ہمزہ نہ چاہیے۔ یہی حال دیو، سیو وغیرہ کا ہے"۔

اسی سلسلے میں اس قاعدے کو بھی ذہن میں رکھنا چاہیے کہ:

"ہمزہ اُسی وقت آئے گا جب حرفِ ماقبل پر زبر یا پیش ہو۔ اگر ماقبل مکسور ہے تو ہمزہ نہ آئے گا، یؔ آئے گی: گئے، گئی۔ مگر کیے، دیے، لیے"۔

ہمزہ کے لکھنے میں بہت زیادہ غلطیاں ہوتی ہیں۔ اکثر صورتوں میں اِس کو غلط طور پر لفظوں میں داخل کر دیا جاتا ہے۔ اِس لیے ہمزہ کے اِس بیان کو غور سے پڑھنا چاہیے اور تحریر میں اِس کا بہ طور خاص خیال رکھنا چاہیے۔

ہمزہ اور الف

ا

عربی کے بہت سے مصدروں اور جمعوں کے آخر میں اصلاً ہمزہ ہے، جیسے: ابتداء، انتہاء، علماء، شعراء وغیرہ۔ مگر اُردو میں ایسے سب لفظوں میں ہمزہ تلفّظ سے خارج ہو چکا ہے، اِس لیے ایسے لفظوں کو ہمزہ کے بغیر لکھا جائے گا۔ جیسے: ابتدا، انتہا، علما، شعرا، حکما، اولیا، فضلا وغیرہ —— جب ایسے لفظ اضافت کے ساتھ آئیں گے تو اُن کے آگے یے بڑھا دی جائے گی اور اُس یے پر ہمزہ نہیں لکھا جائے گا، جیسے: ابتداے عشق، انتہاے شوق، علماے کرام، شعراے اُردو، حکماے حاذق، اولیاے ہند، املاے فارسی، انشاے اُردو، اخفاے راز وغیرہ۔ اسی طرح عطف کی صورتوں میں صرف واو کا اضافہ ہوگا، ہمزہ یہاں بھی نہیں لکھا جائے گا، جیسے: ابتدا و انتہا، علما و فضلا، املا و انشا۔

۲

لفظ کے درمیان میں جب الف مفتوح ہوگا تو اُس پر صرف زبر آئے گا، ہمزہ نہیں لکھا جائے گا، جیسے: تأمّل، تأخّر، تأثّر، توأم، جُرأت، تأسّف، متأثّر، متأخّر متأسّف، تأثّرات ۔ جتنے لفظ لکھے گئے ہیں، عام طور پر اِن کو اِسی طرح لکھا جاتا ہے، مگر صرف ایک لفظ "جرأت" کو کبھی "جرائت" بھی لکھا جاتا ہے۔ اِس کو بھی "جرأت" لکھنا چاہیے۔ اُردو میں ہمزہ، الف کا قائم مقام ہے، اِس لیے دونوں ایک ساتھ نہیں آئیں گے، ورنہ ایک حرف (الف یا ہمزہ) فالتو ہو جائے گا۔

ہمزہ اور واو

۱

لفظ کے آخر میں اگر واو ساکن ہو تو اُس پر ہمزہ کبھی نہیں آئے گا، جیسے:

برتاو،	باو (ہَوا)	باوگولا،	الاو، اود بلاو،
بھاو،	پاو (جیسے: پاوسیر)،	پُلاو،	تاو،
چاو،	راو (جیسے: راو صاحب یا رگھونت راو)،		سُتھراو،
ناو،	کڑھاو،	گاو (گاے)،	گھاو، داو،
لمباو،	چوڑاو،	پچھیاو،	ہواو، پتھراو،
دریاو،	سبھاو،	تلاو۔	

بعض مثالیہ جملے: کل پچھیاو چلا تھا۔ ہم آج ناو پر بیٹھے تھے۔ اُن کا گھاو بھر گیا۔ لڑکوں نے خوب پتھراو کیا۔ راو صاحب آئے تھے۔ یہ کڑھاو تو بہت بڑا ہے۔ زیادہ بھاو تاو نہ کیا کرو۔ واو پر ہمزہ نہیں لکھنا چاہیے۔

یہ خیال رہے کہ ایسے لفظوں میں واو تلفّظ میں نصف سے بھی کچھ کم آتا ہے اور اِس کی وجہ یہ ہے کہ واو سے پہلے جو حرفِ علّت ہوتا ہے، آواز اُس کے کھنچاو میں اس

طرح ڈوب جاتی ہے کہ واو پر دباو بہت کم ہو جاتا ہے۔

۲

بہت سے حاصل مصدر بھی ایسے ہیں جن کے آخر میں واو آتا ہے، جیسے:
دبانا سے دباو، اور چڑھانا سے چڑھاو، اور گھمانا سے گھماو۔ اِن میں بھی واو ساکن ہے، اور اُس سے پہلے الف ہے، اور یہاں بھی ہمزہ نہیں آئے گا۔ ہمزہ لکھنے کا مطلب تو یہ ہو گا کہ الف اور واو کے بیچ میں ایک اور حرف (ہمزہ) بھی ہے، اور حقیقت میں ایسا نہیں۔ ایسے کچھ حاصل مصدر یہ ہیں:

الجھاو، اٹکاو، بناو، بہاو، بچاو، بھراو،
بہکاو، پٹاو، تناو، ٹکراو، ٹھہراو، جھکاو،
جماو، چڑھاو (اُتار چڑھاو)، چُراو، چھڑکاو، چُناو،
چلاو (چل چلاو کا عالم ہے)، چھنٹاو، دباو، ڈلاو، ڈھلاو،
رُکاو، کساو، کٹاو، گٹھاو، گھماو، گھماو پھراو،
گٹھاو (جوڑ گھٹاو)، رگراو، گھراو، لگاو، لداو
نبھاو۔

جیسے: یہ لداو کی چھت ہے۔ اِتنا گھماو پھراو اچھا نہیں ہوتا۔ طوفان میں ٹھہراو آگیا ہے۔ اُن کا جھکاو اِس طرف ہے۔ کوٹ میں بھراو اچھا نہیں پڑا۔ سب نے بیچ بچاو کرا دیا۔ دریا چڑھاو پر ہے۔ سڑک پر خوب چھڑکاو ہوا۔ لاکھوں لگاو، ایک چُرانا نگاہ کا + لاکھوں بناو، ایک بگڑنا عتاب میں
آؤ، جاؤ، کھاؤ، پاؤ، لاؤ، اِتراؤ، اُلجھاؤ، بچاؤ، چڑھاؤ، ٹھہراؤ، بناؤ، لگاؤ؛ یہ سب فعل ہیں، اِن میں واو پر ہمزہ آئے گا۔ ایسے افعال میں ہمزہ آئے گا، مگر حاصل مصدروں میں ہمزہ نہیں آئے گا۔ جیسے: تم تو اپنا رنگ جماؤ، اِس جملے

میں "جماؤ" فعل ہے۔ اور آج تو وہاں بڑا جماو ہے، اِس میں "جماو" حاصل مصدر ہے۔ اِسی طرح مثلاً : مجھ کو میرے دوستوں سے بچاؤ، اِس جملے میں "بچاؤ" فعل ہے، اور اپنا بچاو خود کرو، اِس میں "بچاو" حاصل مصدر ہے۔ اِس فرق پر نظر رہنا چاہیے۔

اِسی طرح اِس قسم کے جتنے اسمِ فاعل (اور کچھ اسمِ مفعول) ہیں، اُن میں بھی واو پر ہمزہ آتا ہے۔ حاصل مصدر اور اسمِ فاعل میں ایک فرق یہ بھی ہوتا ہے کہ حاصل مصدر میں واو کی آواز مجہول سی ہوتی ہے اور اسمِ فاعل میں واو معروف ہوتا ہے۔ جیسے: "بناو" حاصل مصدر ہے، اور اِس جملے میں کہ "وہ بناؤ نہیں، بگاڑو ہیں"، "بناؤ" (اور بگاڑو بھی) اسمِ فاعل ہے۔ ایسے کچھ اسمِ فاعل اور اسمِ مفعول یہ ہیں:

بناؤ، جتاؤ، کماؤ، لٹاؤ، جڑاؤ، پیاؤ، ڈباؤ، ٹکاؤ، بکاؤ۔

وہ تو کماؤ پوت ہے۔ پانی ہاتھی ڈباؤ ہے۔ یہ بہت اچھا اور ٹکاؤ جوتا ہے۔ جڑاؤ زیور خوب صورت ہوتے ہیں۔ یہ مال بکاؤ نہیں۔ وہ تو اٹھاؤ چولھا ہیں — پیاؤ پر بھیڑ لگی ہوئی ہے۔ وہ تو بڑے لٹاؤ ہیں، سب اُڑا دیں گے۔

۳

کچھ اور الفاظ دیکھیے، اِن میں واو سے پہلے یؔ ہے۔ ایسے سبھی لفظوں میں واو آخری حرف ہوتا ہے اور اُس سے پہلے یؔ ہوتی ہے۔ ہمزہ کہیں نہیں آئے گا۔ ایسے کچھ لفظ یہ ہیں:

خدیو، دیو، مہادیو، بلدیو، جے دیو، دیوتا، دیوکی نندن، دیونی، سیو، گیو (مشہور ایرانی پہلوان)، جنیو، نیو، میو۔

نے وہ تہمتنی تھی نہ وہ زورِ گیو کا   مُنہ پھر گیا تمانچۂ ضیغم سے دیو کا

ظالم شکار ہو گیا گیہاں خدیو کا کافر وہ تھا، تو ہاتھ بھی مارا جنیو کا
نکلی بغل سے تیغ عجب کرّوفر کے ساتھ
اِک ہاتھ تن کے ساتھ گرا، ایک سر کے ساتھ

۴

بُوا، سُوا، جُوا، تھُوا، پھُوا، جوالا، سوارت،
کوارٹر، گوالا، جُوار، دوار، کنوارا، پھُوار، چھُوارا،
پوائنٹ، چوائس۔

اوپر جو لفظ لکھے ہوئے ہیں اُن میں اور اُن کے جیسے اور لفظوں میں بھی واو پر ہمزہ نہیں آئے گا۔

۵

ہُوا، چھُوا، مُوا، پچُوا؛ یہ چاروں فعل ہیں، اِن میں واو پر ہمزہ نہیں آئے گا مگر اِن فعلوں کی دوسری صورتوں میں، اور افعال کی طرح، ہمزہ آئے گا:

ہوا ہوئی ہوئے۔ چھوا چھوئی چھوئے۔
پچُوا پچوئی پچوئے۔ موا موئی موئے۔

چھُوانا، بُوانا، پچُوانا؛ اِن میں بھی واو پر ہمزہ نہیں آئے گا۔

سُور، کُنوّر، پرمیشور، راجیشور، کملیشور؛ کسی لفظ میں بھی واو پر ہمزہ نہیں آئے گا۔

۶

نیچے جو لفظ لکھے جا رہے ہیں، اِن میں بھی ہمزہ نہیں آئے گا:

باولا، باولی، باولے۔ بکاولی، باوٹا، پھاوڑا،
امراوتی، سناونی، گاودی، سانولا، سانولی، چھاونی،
گھناونا، گھناونی، راوٹی، اتاولا، اتاولی، اتاولے،
بچھوا، بسوا، بھکوا، بتھوا (بتھوے کا ساگ)، بھڑوا، بلوّا،
بندھوا، بروا، بھگوا، پچوا، بٹوا، پُتوا، پٹوا، پُروا، پکھوا،
پچھوا، پڑوا، تلُواں، تھُوا، تمبکوا، ٹھلوا، ٹلوا، جموا، جُروا،
جُوا، جڑواں، چھٹوا، چروا، چکوا، چندوا، دھوانسا، روانسا،
ددوا، ہوّا، کنکوّا، کوّا، سُتواں، سروا، کھڑوا، گھروا،
گیہواں، للوا، ملوا، مال پوا، مردوا، نکوا، نتھوا، مہوا،
کہروا، مُنوا، کھاروا، گڑوا۔

یہاں پر ایک اور قاعدے کو بھی سمجھ لیجیے: جن لفظوں کے آخر میں "وا" آتا ہے، جیسے: بچھوا، کھڑوا؛ اُن کی جمع اِس طرح بنے گی کہ الف نکل جائے گا، اور "وں" یا یے کا اضافہ کیا جائے گا، جیسے: بچھوا سے بچھوؤں اور بچھوے۔ محرّف صورت میں بھی یے کا اضافہ کیا جائے گا، جیسے:

کوّا، کوّے کوّوں

مردوا مردوے مردووں
تمبکوا تمبکوے تمبکووں
بچھوا بچھوے بچھووں
بٹوا بٹوے بٹووں
پچھوا پچھوے پچھووں

چھٹوا	چھٹوے	چھٹووں
کنکوّا	کنکوّے	کنکوّوں
بھڑوا	بھڑوے	بھڑووں
کھڑوا	کھڑوے	کھڑووں

"بھوں" جسے فارسی میں "ابرو" کہتے ہیں، اُس کی صورت یہ ہوگی: بھوں، بھویں، بھوؤں۔ جیسے: ع: بھویں تنتی ہیں، خنجر ہاتھ میں ہے، تن کے بیٹھے ہیں۔

۷

جن اسموں کے آخر میں واوِ معروف ہوتا ہے، جیسے: بِچھّو؛ اُن کی جمع اِس طرح بنے گی کہ لفظ کے آگے "ؤں" (ء وں) کا اضافہ کیا جائے گا، مثلاً:

آنسو	آنسوؤں	ڈاکو	ڈاکوؤں	بازو	بازوؤں
سادھو	سادھوؤں	تمبو	تمبوؤں	ہندو	ہندوؤں
بچھّو	بچھّوؤں	خالو	خالوؤں	بھالو	بھالوؤں
پلّو	پلّوؤں	پہلو	پہلوؤں	چاقو	چاقوؤں

کچھ اور لفظ:

جستجو	جستجوئیں	جستجوؤں
آرزو	آرزوئیں	آرزوؤں
خوش بو،	خوش بوئیں	خوش بوؤں
گفتگو	گفتگوئیں	گفتگوؤں
بہو	بہوئیں	بہوؤں

یہ خیال رہے کہ ایسی جمعوں میں (بازوؤں وغیرہ) پہلے واو کی آواز بہت دبی ہوئی نکلتی ہے۔

۸

عربی کے کچھ لفظ ایسے ہیں جن میں واو متحرک ہے (جیسے: مونّث) اور اس کی آواز اُسی طرح دبی ہوئی نکلتی ہے جس طرح بٹوا، چھٹوا، اور بُوانا، چُوانا جیسے لفظوں میں وہ دب کر نکلتی ہے۔ ایسے لفظوں میں بھی واو پر ہمزہ نہیں لکھنا چاہیے۔ بعض لوگ عربی کی تقلید میں واو پر ہمزہ لکھا کرتے ہیں (مؤنّث) مگر اُردو کے لحاظ سے یہ ٹھیک نہیں۔ اُردو میں ایک آواز کے لیے دو حرفوں کو یک جا نہیں کیا جاسکتا۔ ایک آواز کے لیے صرف ایک حرف آئے گا۔ ایسے کچھ لفظ:

مورّخ، مونّث، موثّر، موافق، موافقت،
مواصلت، مودّب مواخذہ، مونّس، موازنہ،
مواخذہ، موقّر، موکّد، موکّل، مولّف،
موّید، موذّن، مورّخہ۔

اِسی طرح: مورّخوں، موذّنوں، موافقوں، موافقتوں،
مواخذوں، موازنوں، مونّثوں، موکّلوں، مولّفوں۔

۹

انگریزی وغیرہ کے ایسے لفظ جن میں الف اور واو یک جا ہیں، اُن میں بھی واو پر ہمزہ نہیں لکھنا چاہیے، جیسے:

اناونسر، اکاونٹ، اکاونٹنٹ، پاونڈ، پاوڈر،
ساوتھ، ماوزی تنگ، چاو اِن لائی، الاونس، گراونڈ،
ساونڈ، کمپاونڈ، ٹاون ہال، راونڈ۔

ایک بات ہمیشہ ذہن میں رہنا چاہیے کہ ایک ہی آواز کے لیے دو حرفِ علت

نہیں آئیں گے۔ کوئی لفظ ہو اور کسی زبان کا ہو۔ حروفِ علّت کی آواز کبھی دب جاتی ہے اور کبھی کسی اور آواز میں آمیز ہو جاتی ہے؛ اِس سے دھوکا نہیں کھانا چاہیے۔

۱۰

کچھ ناموں کو کبھی صرف ہمزہ کے ساتھ لکھا جاتا ہے، جیسے: عطاء اللّٰہ، اور کبھی "ؤ" کے ساتھ، جیسے: ذکاؤ اللّٰہ۔ یہ عربی کی لکھاوٹ ہے کہ ہمزہ اور واو کو جمع کیا جائے ایک ہی آواز کے لیے۔ اُردو میں ایسا نہیں ہوتا۔ اِس لیے اُردو میں ایسے سب ناموں کو صرف ہمزہ کے ساتھ لکھنا چاہیے، جیسے:

ذکاء اللّٰہ، ثناء اللّٰہ، علاء الدین، بہاء الدین، ثناء الحق،
ضیاء اللّٰہ، ضیاء الدین، عطاء الرحمان، بقاء اللّٰہ۔

۱۱

مرکبِ عطفی میں واو پر ہمزہ کسی بھی صورت میں نہیں آئے گا۔ یہ دیکھا گیا ہے کہ جب پہلے لفظ کے آخر میں الف یا واو یا ی یا ہائے مختفی ہو، تو عطف کے واو پر ہمزہ لگا دیا جاتا ہے، یہ غلط ہے۔ جس طرح "دل و جان" میں واو پر ہمزہ نہیں آئے گا، اُسی طرح "زندگی و موت" میں بھی واو پر ہمزہ نہیں آسکتا۔ عطف کے لیے صرف واو آتا ہے، ہمزہ اور واو (ؤ) نہیں آتا۔ یہ مانا ہوا قاعدہ ہے اور اِس کے خلاف کبھی نہیں ہوگا۔ کچھ مثالیں۔

(الف) دنیا و دیں، ابتدا و انتہا، املا و انشا، اخفا و اظہار،
خدا و رسول، تمنّا و حسرت، آبا و اجداد، ہوا و ہوس،
شعرا و حکما، علما و فضلا، وفا و جفا، خطا و سزا،

جفا و جور، آقا و غلام، ادا و ناز، فنا و بقا۔

(ب) زندگی و موت، سادگی و پُرکاری، بے ہُنری و ہُنرمندی، بندگی و خواجگی، عاشقی و خودداری، نیکی و بدی، مولوی و ملّا، بے چارگی و ذلّت، ترقّی و تنزّل، جوانی و پیری۔

(ج) مے و نغمہ، مے و جام، نے و سرود، مے و مینا، نائے و نوش۔

(د) گفتگو و جستجو، آرزو و تمنّا، خوشبو و بدبو، بازو و بغل، نشو و نما، گیسو و رخ، ہندو و مسلمان، سبو و جام، اُردو و فارسی، ہلاکو و چنگیز، آبرو و منصب، جادو و اعجاز، ابرو و مژگاں۔

(ہ) مرثیہ و غزل، پیمانہ و صراحی، گذشتہ و آیندہ، مدرسہ و خانقاہ، پروانہ و شمع، نامہ و پیام، آشیانہ و قفس، خواجہ و بندہ، جادہ و منزل، فسانہ و حقیقت، نالہ و فریاد، کرشمہ و ناز، جلوہ و پردہ، نالہ و زاری۔

بعض مثالیہ مصرعے:

ع: لطفِ خرامِ ساقی و ذوقِ صدائے چنگ۔ ع: زنہار اگر تمھیں ہوسِ نائے و نوش ہے۔
ع: آوازِ نے و بین و دف و چنگِ خرابات۔ ع: جامِ سرشارِ مے و غنچۂ لب ریزِ بہار۔
ع: ہیں ترے ابرو و مژگان و نگاہ و چشم آہ۔ ع: لیا چھین ابرو و مژگان نے خاص و عام کا جوڑا۔ ع: ہیں نہال آج آشنا و غیر، ع: سادہ و پُرکارتر، غافل و ہشیارتر۔

۱۲

"گاو" میں واو پر ہمزہ نہیں آئے گا۔ اِس کی ہندی صورت "گئو" ہے، اِس کو اِسی طرح لکھا جائے گا، جیسے: گئوشالا، گئودان، گئوہتیا، گئوپتر، گئولوچن، گئوگھاٹ۔

ہمزہ اور ہائے مختفی

جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے، لفظ کے آخر میں ہائے مختفی ہو تو عطف کی صورت میں صرف عطف کا واو لکھا جائے گا، ہمزہ کہیں نہیں آئے گا، جیسے: گذشتہ و آیندہ۔ نغمہ و رقص، غنچہ و گُل، پردہ و جلوہ۔ ہائے مختفی کے ساتھ ہمزہ صرف اضافت کی علامت کے طور پر آئے گا۔ یعنی جب لفظ کے آخر میں ہائے مختفی ہوگی، اور وہ لفظ مضاف یا موصوف ہوگا، تب اُس ہائے مختفی پر ہمزہ لکھا جائے گا، جیسے:

غنچۂ نازک، پیمانۂ مے، نغمۂ بہار، پردۂ مجاز،
جلوۂ حقیقت، کعبۂ مقصود، بُت خانۂ سومنات، قبلۂ دیدہ و دل،
مژدۂ آمدِ فصلِ بہار، مرثیۂ انیس، نظریۂ اضافت، صدمۂ جاں کاہ،
شعلۂ عشق۔

ع: قبلۂ نورِ نظر، کعبۂ اعجازِ مسیح۔ ع: تیرا پیمانۂ مے، نسخۂ ادوارِ ظہور۔ ع: مژۂ دیدۂ نخچیر سے نبضِ بیمار۔

ہمزہ اور ی

سب سے زیادہ غلطیاں ہمزہ اور ی کے انتخاب میں ہوتی ہیں۔ یعنی ی کی جگہ ہمزہ کو لکھا جاتا ہے، مگر سب سے بڑی غلطی اُس وقت ہوتی ہے جب ی اور ہمزہ کو جمع کر دیا جاتا ہے، جیسے: "لیے" کو "لئے" یا "لیئے" لکھنا۔ لکھنے والوں کو اِس سلسلے میں بہت احتیاط سے کام لینا چاہیے۔ ہمزہ اور ی کے قاعدوں کو لکھا جاتا ہے، اِن کو اچھی طرح ذہن میں بٹھا لینا چاہیے۔

پیا، سیا، دیا، کیا، لیا، جیا ؛ یہ فعل ہیں، اِن کی مختلف صورتوں میں ہمزہ کبھی نہیں آئے گا، اِس طرح:

پیا، پیے، پیو، پییں، پیے گا، پیوگے، پییں گے۔
سیا، سیے، سیو، سییں، سیے گا، سیوگے، سییں گے۔
دیا، دیے۔
کیا، کیے۔
جیا، جیے، جیو، جییں، جیے گا، جیوگے، جییں گے۔
لیا، لیے۔

(فائدہ) — "لیے" فعل ہو (جیسے: ہم نے دو قلم لیے) یا لاحقے کے طور پر آئے (جیسے: میرے لیے، اُن کے لیے، تمھارے لیے) ؛ ہر صورت میں آخر میں دو یَ ہوں گی (لِ ي ے = لیے)۔

اِس سلسلے میں ایک قاعدے کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ کسی بھی لفظ میں جب یَ سے پہلے والے حرف پر زیر ہوگا، تو وہاں دو ي آئیں گی۔ پہلی يَ کی جگہ ہمزہ کبھی نہیں آئے گا۔ جیسے: لیے (لِ ي ے)، دِیے (دِ ي ے) پیے (پِ ي ے) وغیرہ

ہمزہ صرف اُس صورت میں آئے گا جب يَ سے پہلے والے حرف پر زبر ہو یا الف یا واو ساکن ہو، جیسے: گئے، نئے — لائے، گائے — کھوئے، بوئے۔

۲

کیجیے، دیجیے، لیجیے وغیرہ فعل امر کی تعظیمی صورتیں ہیں۔ ایسے افعال کے آخر میں دو يَ ہوتی ہیں (د ي جِ ي ے) ؛ اِن میں پہلی ي کی جگہ پر ہمزہ لکھنا (دیجئے)

غلط ہوگا۔ اِس کو یوں بھی دیکھیے کہ "دیجیے" کی ایک صورت "دیجیو" ہے، اور اُس میں پہلی یَ اپنی جگہ پر برقرار ہے، آخری یَ، واؔو میں تبدیل ہوگئی ہے (د ي ج ي ے + د ي ج ي و = دیجیو) اِس سے پوری طرح یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ "دیجیے" جیسے افعال میں آخر میں دو یَ ہیں۔ اِس قاعدے کا پہلے ہی ذکر آچکا ہے کہ پہلے حرف پر اگر زیر ہو تو اُس کے بعد لازماً یَ ہوتی ہے۔ وہی صورت یہاں بھی ہے (د ي ج ي ے۔ ل ی ج ي ے)۔ یہی صورت "لیے" اور "دِیے" وغیرہ کی ہے۔ ایسے کچھ فعل:

کیجیے، کیجیو۔ دیجیے، دیجیو۔ پیجیے، پیجیو۔
کھینچیے، کھینچیو۔ لیجیے، لیجیو۔ بخشیے، بخشیو۔
پڑھیے، پڑھیو۔ لکھیے، لکھیو۔ دیکھیے، دیکھیو۔
پکڑیے، پکڑیو۔ لڑیے، لڑیو۔ بولیے، بولیو۔
کھولیے، کھولیو۔

ایسے ہی کچھ فعل وہ ہیں جن میں آخر کی دو یاؤں سے پہلے، کسی اور حرف کے بجائے، ہمزہ ہے۔ جیسے: جائیے (ج ا ء ی ے)۔ اُن کو بھی اِسی طرح لکھا جائے گا کہ آخر میں دو یَ ہوں گی۔ "دیجیے" میں تیسرا حرف جَ ہے، اِسی طرح "جائیے" میں تیسرا حرف ہمزہ ہے، آخر کے دونوں حرف اپنی جگہ پر محفوظ ہیں:

لائیے (ل ا ء ي یے)، لائیو۔ پائیے (پ ا ء ي یے)، پائیو۔ آئیے، آئیو۔ کھائیے، کھائیو۔ بنائیے، بنائیو۔ دکھائیے، دکھائیو۔ اُٹھائیے، اُٹھائیو۔ بڑھائیے، بڑھائیو۔

اِس کا اصول یہ ہے کہ جن مصدروں میں، علامتِ مصدر "نا" سے پہلے الف یا واؔو ہوتا ہے (جیسے: جانا اور رونا) جب اُن سے بعض فعل بنتے ہیں تو اُن میں "ئے" آتا ہے، جیسے: جائے، لائے، پائے۔ روئے، دھوئے، کھوئے۔ اِن مصدروں سے جب امرِ تعظیمی بنیں گے تو اُس آخری یَ کے آگے ایک یے اور بڑھا دی جائے گی،

علامت کے طور پر، جیسے : لائے سے لائیے (لا ئ ی یے)، پائے سے پائیے، آئے سے آئیے۔ کھوئے سے کھوئیے وغیرہ۔ جن مصدروں میں "نا" سے پہلے الف یا واو کے بجائے کوئی اور حرف ہو، اُن سے جب فعلِ امر بنتے ہیں تو اُن کے آخر میں صرف ایک یے ہوتی ہے، جیسے : چلنا سے چلے، اور بننا سے بنے اور کرنا سے کرے۔ اِن سے جب تعظیمی فعل بنیں گے تو اُس یے کے آگے ایک اور یے (علامت کے طور پر) بڑھائی جائے گی، جیسے : کرے سے کریے۔ بنے سے بنیے۔ سُنے سے سُنیے وغیرہ۔

بعض مثالیں : ع : دن ہنس کے کاٹ ڈالیے، ہمّت نہ ہاریے۔ ع : باتیں اِدھر کو کیجے، اُدھر آنکھ ماریے۔ ع : کیا بیاں کریے کہ شرم آتی ہے عرضِ حال سے۔ ع : جی چاہتا ہے شیخ کی پگڑی اُتاریے۔ ع : دروازہ کھلنے کا نہیں، گھر کو سدھاریے۔ ع : بانگِ جرس کی طرح کہاں تک پکاریے ___ ایک مشہور مثل ہے : اپنی ران کھولیے، آپ لاجوں مریے۔
ع : لکھیے اُسے خط میں کہ ستم اُٹھ نہیں سکتا۔ ع : زیب دیتا ہے اِسے جس قدر اچھا کہیے۔
ع : رہیے اب ایسی جگہ چل کر، جہاں کوئی نہ ہو۔ ع : پڑیے گر بیمار، تو کوئی نہ ہو بیمار دار۔
ع : چاہیے اچھوں کو، جتنا چاہیے۔

۳

(الف) یہ بات پہلے لکھی جا چکی ہے کہ جن لفظوں کے آخر میں واو ساکن ہوتا ہے، اُن میں واو پر ہمزہ نہیں آسکتا، جیسے : دیو، جنیو۔ اِسی طرح جن لفظوں کے آخر میں یے ساکن ہوتی ہے (اور اُس سے پہلے الف یا واو ہوتا ہے) تو اُس پر بھی ہمزہ نہیں آسکتا، جیسے : گاے۔ اگر اِس کو "گائے" لکھا جائے گا تو لفظ ہی بدل جائے گا، اور اب یہ "گانا" مصدر کا ایک فعل ہوگا، جیسے : اُس سے کہو کہ وہ گانا گائے۔
ایسے لفظ :

راے، گاے، ہاے، چاے، واے، براے،

سوائے، بجائے، سہائے، سرائے، وائسرائے،
آبنائے، اُپائے۔

بعض مثالیں: ہر وقت چائے کا وقت۔ آپ کی رائے کیا ہے؟ گائے کا دودھ پی لو۔ بابو جگدیش سہائے آئے تھے۔ رام سہائے آج ملے تھے۔ اُن کے بجائے کون آئے گا؟ ہندستان کا آخری وائسرائے کون تھا؟ ہر وقت ہائے ہائے مت کیا کرو — رائے بہادر صاحب نے کیا کہا تھا؟

ایسے لفظوں کے لکھنے میں یہ غلطی اکثر دیکھنے میں آتی ہے کہ یے پر ہمزہ کو بھی مسلّط کر دیا جاتا ہے اور اُس سے املا چوپٹ ہو جاتا ہے۔ مثلاً: "چائے" تین حرفی لفظ ہے، جس کے آخر میں یے ہے اور اُس سے پہلے الف ہے؛ اگر اِس کو "چائۓ" لکھا جائے تو یہ چار حرفی لفظ ہو جائے گا اور الف اور یے کے بیچ میں ایک اور حرف (ہمزہ) آ براجے گا، جب کہ اُس کے لیے گنجایش ہی نہیں۔ تین حرفی لفظ، چار حرفی بن جائے؛ اِس سے لفظ بھی بگڑے گا اور املا بھی۔

(ب) اِسی طرح جن لفظوں کے آخر میں یے ہو، اور اُس سے پہلے والے حرف پر زبر ہو، جیسے: مَے؛ تو ایسے لفظوں میں بھی ہمزہ کے لیے کوئی جگہ نہیں۔ ایسے لفظ:
مَے، نَے، لَے، شَے، پَے، پیاپے، درپے،
پے درپے، قَے، جَے، ہَے ہَے، طَے، رَے
(ایک شہر کا نام)، اجَے، ابھَے۔

---

۴ اضافت

ہمزہ کا سب سے زیادہ غلط استعمال اضافت کی صورت میں ہوتا ہے۔ اضافت کا سیدھا سا قاعدہ یہ ہے کہ لفظ کے آخری حرف پر اضافت کا زیر آجاتا ہے۔ جیسے ایک لفظ ہے "دل"، اضافت کی صورت میں لام پر زیر آجائے گا، جیسے: دلِ عاشق۔

ایسے لفظوں کے لکھنے میں غلطی بھی نہیں ہوتی۔ غلطی ہوتی ہے اُن لفظوں میں جن کے آخر میں یِ یا ےِ ہوتی ہے، کہ اُس یِ پر ہمزہ لکھ دیا جاتا ہے۔ حالاں کہ قاعدے کے مطابق یِ پر زیر آ جائے گا، اور بس۔ جیسے ایک لفظ ہے "بندگی"، اضافت کی صورت میں، اِس کی یِ پر زیر آ جائے گا: "بندگیِ"، جیسے: بندگیِ خدا۔ اِس کو "بندگیٔ خدا" لکھنا بالکل غلط ہوگا۔ جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے، اُردو میں ایک آواز کے لیے دو حرف نہیں آتے، تو پھر یہاں اضافت کے لیے دو حرف (یِ اور ءِ) کیسے جمع ہو جائیں گے؟ اگر کسی نے "بندگیٔ خدا" لکھا ہے تو اسے یا تو "بندگیءِ خدا" پڑھنا پڑے گا، یا پھر "بندگءِ خدا" ماننا ہوگا، اور ظاہر ہے کہ یہ دونوں صورتیں ٹھیک نہیں۔

اِس قاعدے کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ (الف) —— لفظ کے آخر میں اگر یِ ہے تو اضافت کی صورت میں، اور الفاظ کی طرح، اُس یِ پر (جو لفظ کا آخری حرف ہے) اضافت کا زیر آ جائے گا، ہمزہ کبھی نہیں آئے گا، جیسے:

بندگیِ خدا، مرضیِ مولا، سواریِ ریل، زندگیِ بے وفا،
والیِ شہر، خرابیِ اخلاق، درستیِ املا، خوبیِ قسمت،
مجبوریِ اخلاق، سردیِ کشمیر، گرمیِ قیامت، صراحیِ شراب،
جوانیِ بے پروا، فارسیِ جدید، تیاریِ سفر، دوریِ وطن،
فدویِ خاص، کرسیِ صدارت، دہلیِ مرحوم، تازگیِ خیال،
بے خودیِ عشق، خودداریِ جواں مرد۔

بعض مثالیں: ع: ذرا ہو گرمیِ صحبت تو خاک کر دے چرخ۔ ع: اُف ری تپ گرمیِ محبت۔
ع: تھی برہمیِ زلفِ پریشاں کی شکایت۔ ع: ہم نے اِس زندگیِ عشق میں کیا کیا دیکھا۔

(ب) —— ایسے بہت سے لفظ ہیں جن کے آخر میں "ئی" کا لاحقہ شامل کر کے اسمِ فاعل وغیرہ بنا لیتے ہیں، جیسے "رعنا" سے "رعنائی" اور "زیبا" سے "زیبائی" وغیرہ اضافت کی صورت میں ایسے لفظوں میں بھی یِ پر اضافت کا زیر آ جائے گا، جیسے:

زیبائیِ چمن، رعنائیِ خیال، رسوائیِ عاشق، صفائیِ شہر،

گدائیِ شہرت، بے وفائیِ دنیا، خدائیِ فرعون، جدائیِ معشوق، شناسائیِ چند روزہ، یکتائیِ محبوب۔

یہ پہلے ہی لکھا جا چکا ہے کہ عطف کی صورت میں بھی یَ پر ہمزہ کبھی نہیں لکھا جائے گا، جیسے: زندگی و موت، جوانی و پیری۔ رعنائی و زیبائی، خدائی و بندگی وغیرہ۔

(ج)—— کچھ لفظ ایسے ہیں جن کے آخر میں یَ موقوف ہوتی ہے، یعنی یَ سے پہلے والا حرف بھی ساکن ہوتا ہے، جیسے: سَعْی، نَہْی، نَفْی۔ اضافت (اور عطف) کی صورت میں اس یَ پر بھی ہمزہ کبھی نہیں آئے گا۔ قاعدے کے مطابق یَ پر اضافت کا زیر آئے گا، جیسے: وحیِ خدا، سعیِ غیر، وحی و الہام، نفی و اثبات۔ ع: سعیِ لاحاصل مداوائے مریضِ عشق ہے۔ ع: نہیِ مے خواری کرے جس دم وہ محبوبِ خدا —— ع: وحی والہام سے بڑھ کر ہے یہاں کون سی چیز۔

(د)—— اشعار میں کبھی کبھی شعری ضرورت سے لفظ کے آخر کی یَ مشدّد بھی ہو جاتی ہے۔ جیسے: سردیِّ حنا پہنچے ہے عاشق کے جگر تک۔ یہاں بھی ہمزہ کی گنجایش نہیں۔ یعنی اس کو "سردئِ حنا"، لکھنا قطعاً غلط ہوگا۔ تشدید کی جگہ ہمزہ کسی بھی صورت میں نہیں آسکتا۔

بعض مثالیں: ع: سرخیِّ رنگِ رخ سے چمک اور بڑھ گئی۔ زندگیِّ بے وفا! تجھ سے محبت کیا کریں بے گانگیِ اہلِ دنیا سے کیا غرض ہے۔ ساقیِّ مست نے جو اُٹھایا تھا جامِ مے۔

(ہ)—— جن لفظوں کے آخر میں یے ہوگی، وہاں بھی اضافت کے لیے یے پر ہمزہ نہیں آئے گا، اُس یے کو مکسور مان لیا جائے گا۔ ہاں، اُس یے پر اضافت کا زیر لگانے کی ضرورت نہیں، جیسے:

برائے خدا، بجائے غنچہ و گل، سرائے فانی، چائے گرم، رائے عالی، جائے رحم، پائے خیال، سرائے روح اللہ خاں، آبنائے باسفورس۔

اِن کو "برائے خدا" یا "سرائے فانی" یا "رائے عالی" لکھنا غلط ہوگا۔ ایک اضافت کے لیے یَے اور ءِ، دو دو حرف کیسے آسکتے ہیں؟

بعض مثالیں: ع: سوائے بے کسی اب کوئی آسرا نہ رہا۔ ع: بجائے غنچہ وگل ہے ہجوم خار وخس یاں تک۔ ع: دنیا بھی عجب سرائے فانی دیکھی۔ ع: رائے عالی میں جو آتا ہے وہ مجھ سے کہیے۔ ع: منہ سے کچھ تو کہو برائے خدا۔ ع: کر رہا صیّاد جلدی سے کہ جائے رحم ہے۔

(و) —— مے، نے کی طرح کے لفظ، جن میں یَے سے پہلے والے حرف پر زبر ہوتا ہے، اضافت کی صورت میں یہ یَے بھی مکسور ہو جائے گی، اور ہمزہ یہاں بھی نہیں آسکتا۔ البتہ اِس یَے پر اضافت کا زیر ضرور لگایا جائے گا، جیسے:

مےِ صاف، شےِ دیگر، شےِ لطیف، پےِ دنیا، درپےِ آزار۔

یہ پہلے ہی لکھا جاچکا ہے کہ عطف کی صورت میں بھی ایسے الفاظ میں ہمزہ کبھی نہیں آئے گا، جیسے: نے ونغمہ، مے ومعشوق وغیرہ۔

اِس بات کو اصول کی حیثیت سے یاد رکھنا چاہیے کہ اضافت کی صورت میں اور عطف کی صورت میں یِ یا یَے پر ہمزہ کبھی نہیں آئے گا۔

(ز) —— جن لفظوں کے آخر میں الف ہوتا ہے، اضافت کی صورت میں اُن کے آگے ایک یَے کا اضافہ کیا جاتا ہے، جیسے "دنیا" سے "دنیاے فانی"۔ اِس یَے پر بھی ہمزہ کبھی نہیں آئے گا۔ جیسے:

دُنیاے رنگ وبو، ابتداے عشق، انتہاے تلاش، املاے اُردو، شُرفاے قوم، سزاے قید، خداے بزرگ، انبیاے کرام، دعاے مظلوم، مدّعاے ضروری، تقاضاے شوق، دواے دردِ دل، مبتلاے آفت، شہداے کربلا، علماے کرام، تمنّاے عاشق، تماشاے دنیا۔

ع: گُل کی جفا بھی دیکھی، دیکھی وفاے بلبل۔ ع: تماشاے اہلِ کرم دیکھتے ہیں۔

ع : ابتدائے شوق میں یہ حال ہے۔ ع : وہ جو بیچتے تھے دوائے دل، وہ دکان اپنی بڑھا گئے۔ ع : جفائے آسماں کا شکوہ مت کر۔ ع : انتہائے شوق کا ہے یہ مآل۔

(ح) ——— اسی طرح جن لفظوں کے آخر میں واو (معروف یا مجہول) ہوتا ہے؛ اضافت کی صورت میں اُن کے آگے بھی یے کا اضافہ کیا جاتا ہے، جیسے "گفتگو" سے "گفتگوئے شوق"۔

بوئے گل، سوئے چمن، خوش بوئے وفا، چارسوئے دہر، روئے دوست، کوئے ملامت، پہلوئے غیر، بازوئے حبیب، آرزوئے تسکین، آبروئے وطن، گیسوئے سیاہ، جادوئے بنگال، خوئے رشک۔

ع : بوئے گل، رنگِ چمن، اور یہ عمرِ گذراں۔ ع : پھر وہ سوئے چمن آتا ہے، خدا خیر کرے۔ ع : دل پھر طوافِ کوئے ملامت کو جائے ہے۔ ع : اُس کو کچھ ڈر نہیں، منہ سوئے خدا ہے جس کا۔ ع : سعیِ لاحاصل مداوائے مریضِ عشق ہے۔ ع : آج ہر جھونکے سے خوش بوئے وفا آتی ہے۔

(فائدہ) ——— ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ جب شعر میں واو معروف خوب کھینچ کر نہ پڑھا جائے، اُس صورت میں اُسی واو پر اضافت کا زیر لگا دیتے ہیں اور یے کا اضافہ نہیں کرتے۔ جیسے : ع : گیسوِ تاب دار کو اور بھی تاب دار کر۔ یا جیسے ع : دُکھنے لگے پہلوِ فراشی۔ یہ مناسب طریقہ ہے۔ مگر اِس کا تعلّق نظم سے ہے۔ نثر میں ہمیشہ ایسے موقعوں پر یے کا اضافہ کیا جائے گا۔

(ط) ——— اِس کے برخلاف، جن لفظوں کے آخر میں واو ساکن ہو اور اُس سے پہلے والے حرف پر کوئی حرکت ہو یا سکون ہو، جیسے: پیرو، سَرو، تو اضافت کی صورت میں اُس واو پر زیر آجائے گا، یے کا اضافہ نہیں کیا جائے گا، جیسے :

پیروِ اُستاد، خدیوِ جہاں، سروِ باغ، خسروِ پرویز، دیوِ سفید۔

۵

پاے (پیر)، جاے (جگہ)، سواے، پاے (فارسی کے ایک مصدر "پاییدن" کا امرِ حاضر)؛ یہ لفظ کبھی مع یے آتے ہیں اور کبھی اُس کے بغیر۔ یعنی پا اور پاے، جا اور جاے، سوا اور سواے۔ یہ لفظ مع یے خواہ اضافت کے ساتھ آئیں یا اضافت کے بغیر، مفرد ہوں یا مرکّب؛ ہر صورت میں صرف یے لکھی جائے گی، اُس پر ہمزہ کبھی نہیں لکھا جائے گا۔ جیسے:

پابند، پاے بند۔ پامال، پاے مال، پاے مالی۔ پابوس، پاے بوس، پاے بوسی۔ پاے دان۔ پاے تخت۔ پاے درِگل۔ پاے دار (پایدار)۔ پاے داری (پایداری)۔ جاداد، جاے داد۔ جاے گاہ۔ جاے ادب۔ جانشین، جاے نشین۔ پازیب، پاے زیب۔ پاجامہ، پاے جامہ (پایجامہ)۔

ع: فقط موتیوں کی پری پاے زیب۔ ع: جھلک پاےجامے کی دامن سے یوں۔

ﮯ: سر بہ وقتِ ذبح، اپنا اُس کے زیرِ پاے ہے، یہ نصیب، اللہ اکبر، لوٹنے کی جاے ہے۔

ع: نہ امیروں کو پاے بندیِ عدل۔ ع: چاندنی کی جاے چھپتی ماہ تاب۔ ع: کر رہا صیاد جلدی سے کہ جاے رحم ہے۔ ع: ماہ کو در تسبیح کواکب جاے نشین امام کیا۔

ع: سایہ آسا ہو گیا ہے پاے مال۔

یہ بات پھر لکھی جاتی ہے کہ جب لفظ کے آخر میں الف، واو، ي یا یے ہو، تو کسی بھی صورت میں اضافت کے لیے ہمزہ نہیں آئے گا۔ اضافت کے لیے ہمزہ صرف ایک صورت میں آتا ہے جب کہ لفظ کے آخر میں ہاے مختفی ہو، جیسے: نامۂ شوق۔ اِس ایک صورت کے علاوہ، اور کسی صورت میں اضافت کے طور پر ہمزہ نہیں آئے گا۔ اِن قاعدوں کو مختصراً پھر لکھا جاتا ہے:

ا جب لفظ کے آخر میں ي ہو گی تو اضافت کی صورت میں اُس ي پر زیر آجائے گا،

جیسے : بندگیِ خدا، رعنائیِ تصوّر۔

۲ جب یہ یّ مشدّد ہوگی، تو یّ کے اوپر تشدید لکھی جائے گی اور اُس کے نیچے اضافت کا زیر آئے گا، جیسے : ع : سردیِّ حنا پہنچے ہے عاشق کے جگر تک۔

۳ جن لفظوں کے آخر میں یے (جزوِ لفظ کی حیثیت سے) ہوگی، ایسے لفظوں میں یے پر ہمزہ کبھی نہیں لکھا جائے گا، جیسے : راے، چاے، ہاے۔

۴ اضافت کی صورت میں ایسے لفظوں کی یے کو مکسور مان لیا جائے گا، اُس یے پر نہ ہمزہ آئے گا اور نہ اُس کے نیچے زیر آئے گا، جیسے : راے عالی، سراے کہنہ، چاے گرم۔

۵ جب لفظ کے آخر میں الف یا واو (معروف یا مجہول) ہوگا تو اضافت کے لیے یائے مجہول کا اضافہ کیا جائے گا۔ یہ یائے مجہول، اضافت کی علامت کی حیثیت سے آئے گی، اِس لیے اِس یے پر ہمزہ نہیں لکھا جائے گا، نہ اِس پر زیر لگایا جائے گا، جیسے : ابتداے شوق، انتہاے غم، گفتگوے غیر، پہلوے غیر، گوے سبقت۔

۶ جن لفظوں کے آخر میں یے ہو، اور اُس کا ماقبل مفتوح ہو، تو اُس یے پر اضافت کا زیر لگایا جائے گا، جیسے : مےِ صاف، شےِ دیگر۔

۷ جن لفظوں کے آخر میں واو ہو اور اُس کا ماقبل مفتوح یا مکسور یا ساکن ہو؛ اِن صورتوں میں اُسی واو پر اضافت کا زیر آئے گا، جیسے : پیروِ میر، سروِ باغ، دیوِ ظلمت، گاوِ زمین۔

۸ جن لفظوں کے آخر میں واوِ معروف ہو اور شعر میں وہ خوب کھینچ کر نہ پڑھا جائے تو یہ جائز ہوگا کہ اُس کے آگے علامتِ اضافت (یے) کا اضافہ کرنے کے بجائے اُسی واو پر زیر لگا دیا جائے، جیسے : گیسوِ تاب دار کو اور بھی تاب دار کر۔ مگر دو حرفی لفظوں کے آگے یے کا اضافہ کرنا چاہیے۔

۶

"مبدء" اور "سوء" یہ دونوں عربی کے لفظ ہیں اور اُردو میں اِسی طرح مستعمل ہیں؛ اضافت کی صورت میں، ہمزہ پر اضافت کا زیر آجائے گا، جیسے: سوءِ ظن، سوءِ ہضم، سوءِ اتّفاق، سوءِ ادب۔ مبدءِ فیض، مبدءِ فیّاض، مبدءِ اوّل۔

۷

(الف) —— ایسے لفظ جن کے آخر میں "یا" ہوتا ہے، جیسے: بہروپیا، کباڑیا، دیا (چراغ)، ڈوریا؛ محرّف صورت میں اور جمع کی صورت میں، اُن میں الف کی جگہ یے آجاتی ہے، جیسے: بھیڑیا اور بھیڑیے۔ یاد رکھنے کی بات یہ ہے کہ اِس صورت میں لفظ کے آخر میں دو ی یک جا ہوتی ہیں۔

پہلی یِ تو لفظ کا جُز ہوتی ہے (بھیڑِیا) اور دوسری یِ کا اضافہ کیا جاتا ہے (بھیڑِیِ ے)۔ ظاہر ہے کہ ہمزہ یہاں نہیں آسکتا۔ اِسی طرح جب جمع کے لیے "وں" کا اضافہ کیا جائے گا، تب بھی ہمزہ نہیں آئے گا۔ مثال کے طور پر ایسے کچھ لفظوں کو لکھا جاتا ہے، ایسے باقی لفظوں کو اِن پر قیاس کیا جاسکتا ہے:

بنیا	بنیے (بَن یِ ے)	بنیوں	پُربیا	پُربِیے	پُربیوں
بہروپیا	بہروپیے	بہروپیوں	پہیا	پہیے	پہیوں
بھگتیا	بھگتیے	بھگتیوں	تولیا	تولیے	تولیوں
بھیّا	بھیّے	بھیّوں	ٹٹپونجیا	ٹٹپونجیے	ٹٹپونجیوں
پہاڑیا	پہاڑیے	پہاڑیوں	جانگیا	جانگیے	جانگیوں
دِیا (چراغ)	دِیے	دِیوں	لہریا	لہریے	لہریوں
ڈاکیا	ڈاکیے	ڈاکیوں	نوسِکھیا	نوسکھیے	نوسکھیوں

کباڑیا	کباڑیے	کباڑیوں	ہنسیا	ہنسیے	ہنسیوں

(ب) —— جن لفظوں کے آخر میں "یہ" (یِ اور ہائے مختفی ہ) ہو، جیسے : مرثیہ، تعزیہ؛ اُن کی بھی یہی صورت ہے کہ محرّف صورت میں ہ، یے سے بدل جائے گی، مثلاً: تعزیہ، تعزیے۔ (تعزِیَہ - تعزِ یِ یے)۔ ایسے کچھ لفظ:

مرثیہ	مرثیے	مرثیوں	تجزیہ	تجزیے	تجزیوں
نظریہ	نظریے	نظریوں	تصفیہ	تصفیے	تصفیوں
اِشاریہ	اشاریے	اشاریوں	قافیہ	قافیے	قافیوں
اداریہ	اداریے	اداریوں	دہریہ	دہریے	دہریوں
انشائیہ	انشائیے (انشاءِ یِ ے)	انشائیوں	بخیہ	بخیے	بخیوں

(ج) —— فارسی عربی کے سب لفظوں کی یہی صورت ہوگی:

سایہ	سایے	سایوں	کرایہ	کرایے	کرایوں
ہم سایہ	ہم سایے	ہم سایوں	سرمایہ	سرمایے (سرمایِ ے)	
پیرایہ	پیرایے	پیرایوں	آیہ ("آیت" کی ایک صورت)	آیے	
پایہ	پایے	پایوں	چوپایہ	چوپایے	چوپایوں

(فائدہ) —— ایسے فارسی عربی لفظوں کی سب صورتوں میں (مفرد ہوں یا مرکّب) پہلی یِ برقرار رہے گی، کیوں کہ وہ لفظ کا جزٔ ہے، جیسے لفظ ہے "ہم سایہ" اِس میں یِ جزوِ لفظ ہے، اِس لیے جب "ہم سایگی" بنے گا تو وہ اپنی جگہ پر رہے گی —— ایسے کچھ لفظ:

ہم پایہ	ہم پایگی
ہم سایہ	ہم سایگی
بے مایہ	بے مایگی

۸

فارسی کے کچھ حاصل مصدر ہیں جن میں آخری حرف شؔ ہوتا ہے اور اُس سے پہلے یؔ ہوتی ہے، جیسے: نمایش؛ اُن کو اِسی طرح لکھا جائے گا۔ یؔ کی جگہ ہمزہ نہیں آئے گا۔ ایسے حاصل مصدر:

آسایِش، آرایِش، آزمایش، افزایش،
آسایش، آلایش، بخشایش، پیمایش،
ستایش، فرمایش، کشایش، گنجایش،
نمایش،

اِس کا قاعدہ سمجھ لینا چاہیے: حاصل مصدر بنانے کا ایک قاعدہ یہ ہے کہ امرِ حاضر کے آگے شؔ بڑھایا جاتا ہے۔ جیسے مصدر ہے: آراستن، اُس کا مضارع ہوگا: آراید، اُس سے امر بنے گا: آرائے، اور حاصل مصدر بنانے کے لیے اُس امر کے آگے جب شؔ کا اضافہ کیا جائے گا تو "آرایش" ہوگا (آرائے + ش = آرایش)۔——
جن مصدروں کے فعلِ مضارع میں "ید" ہوگا، اُن سے بننے والے افعال و اسما میں وہ یؔ برقرار رہے گی، کیوں کہ وہ جزوِ لفظ ہے، جیسے ایک مصدر ہے "شایستن"، اُس کا مضارع "شاید"، "شایستہ" اسمِ مفعول ہے، "شایستگی" اِسی سے بنا ہے، "شایاں" بھی اِسی مصدر سے بنا ہے۔ اُردو میں ایسے کچھ الفاظ مستعمل ہیں، مثلاً:

آیندہ (زمانۂ آیندہ)۔ پایندہ (پایندہ باد)۔ پائے دار، پائے داری،
پایندگی۔ شاید۔ باید و شاید۔ بایست (بہ قدرِ بایست)۔ شایاں،
شایستہ، شایستگی۔ نمایندہ، نمایندگی، نمایاں، نمایشی۔
آزمایشی۔ آرایشی۔ ستایشی، ستایش گر، ستایش گری۔

پیدایش، فہمایش، رہایش، زیبایش، گرمایش؛ یہ لفظ خلافِ قاعدہ بنے ہوئے حاصل مصدر ہیں؛ ان کو بھی اسی طرح لکھا جائے گا۔

رائگاں، شایگاں: اِن دونوں لفظوں میں تیسرا حرف ي ہے۔ اِن کو اِسی طرح لکھا جائے گا —— اوپر جس قدر لفظ لکھے گئے ہیں، اُن میں ي کی جگہ ہمزہ لکھنا ٹھیک نہیں ہوگا۔ مثلاً "نمائندہ، شائستہ، رائگاں، پائداری" (وغیرہ) لکھنا غلط ہوگا ہر جگہ ہمزہ کی جگہ ي لکھی جائے گی۔

(فائدہ) —— "سرمایہ دار" اور "سایہ دار": اِن دو کلموں کو واحد و جمع دونوں صورتوں میں اِسی طرح لکھا جائے گا۔ جیسے: وہ بڑا سرمایہ دار ہے، اور سرمایہ داروں نے جال پھیلا رکھا ہے۔ یہ درخت سایہ دار ہے، اور سایہ دار درخت ہر طرف لگے ہوئے ہیں۔

۹

حمایت، ولایت، عنایت جیسے لفظ، جن کے آخر میں "یت" ہے: جب (اسمِ فاعل یا اسمِ منسوب بنانے کے لیے) اِن کے آگے ي کا اضافہ کیا جانے کا تو وہ پہلی ي اپنی جگہ پر رہے گی، جیسے: "حمایت" سے "حمایتی" (حمای ت + ي = حمایتی)۔ اس کو "حمائتی" لکھنا غلط ہوگا۔ اِسی طرح ولایتی، عنایتی، پنچایتی وغیرہ۔

۱۰

عربي کے کچھ مصدر ہیں (بابِ تفعیل سے) جن میں اصلاً دو ي یک جا ہیں، جیسے: تعیین۔ ایسے سات مصدر اُردو میں کچھ زیادہ مستعمل ہیں۔ اُن میں سے دو مصدر تو اصل کے مطابق ہی استعمال میں آتے ہیں، وہ یہ ہیں: تعیین اور تبیین — اور باقی پانچ مصدروں میں پہلی ي، ہمزہ سے بدل گئی ہے، یہ ہیں: تذئیل، تخئیل، تزئین تمئیز، تغئیر۔ اِن کو اِسی طرح لکھنا چاہیے۔

۱۱

اُردو کا ایک لاحقہ ہے "یَل"، جیسے: اڑیل، سڑیل، ڈھیل؛ اِس میں یَ پر زبر ہے، اِس لیے وہ پوری طرح تلفّظ میں آتی ہے اور اِسی لیے اُس کو لکھا جاتا ہے۔ اِن کو "سڑئل" (وغیرہ) لکھنا غلط ہوگا۔

یہ قاعدہ ہے (قاعدۂ کُلّیہ) کہ جب درمیانِ لفظ میں یَ پر زیر ہوگا تو اُس جگہ ہمزہ کبھی نہیں آئے گا۔ اور مکسور ہونے کی صورت میں ہمزہ آئے گا۔ جیسے سہایک (سہایَک) کو جب بہ فتحِ چہارم پڑھا جائے گا تو وہ چوتھا حرف لازماً یَ ہے۔ اور اگر اس کو بہ کسرِ چہارم پڑھا جائے تو پھر یہ "سہائک" ہوگا۔ اِسی طرح نراین، نایک، گھایل، پایل وغیرہ۔ مثلاً: "مخمل" اور "بادل" کے قافیے میں "گھایَل" آئے گا اور "دِل" اور "بسمل" کے قافیے میں "گھائل" آئے گا۔

۱۲

(الف) ــــــ نیچے انگریزی کے کچھ لفظ لکھے جارہے ہیں، اِن میں اور اِن کی طرح کے اور سب لفظوں میں، خواہ وہ کسی زبان کے ہوں، آخر سے پہلے والے حرف کی جگہ پر یَ لکھی جائے گی، ہمزہ کبھی نہیں آئے گا۔ اور وجہ وہی ہے جس کو اوپر لکھا جاچکا ہے کہ یہ یَ مفتوح ہے اور اُس سے پہلے والے حرف پر زیر (کسرہ) ہے، جو یَ سے موافقت رکھنے والی حرکت ہے۔ ایسے کچھ لفظ:

جونیَر (جونِ یَ ر)،	سینیر،	پانیر،	کیشیر، بِرگیڈیر،
مِیَر (مِ یَ ر)،	ہیئر ڈریسر	بیئر،	شیکسپیر، بودلیر
کیریَر،	ایریَر،	سووی نیر،	انڈیَن، ایرانین،
ایشین،	السیشین،	آرین،	کمیڈین، لائبریرین،

چمپین، سولین، پولین، کسٹوڈین، وکٹورین،
سیریل، امپیریل۔

(ب) —— اوپر جو لفظ لکھے گئے ہیں اُن میں یَ مفتوح ہے۔ اِس قاعدے کو پھر لکھا جاتا ہے کہ مکسور ہونے کی صورت میں ایسے مقامات پر ہمزہ آئے گا، جیسے :

رائفل (رائِ فل)، جائفل، چائنا، وائنا، ٹرائل،
سائکالوجی، مزائل، سائڈ، بائبل، سائکل،
لائٹ، پائپ، ٹائپ، سائز، فنائل،
ڈائرکٹر، وائن، ٹائل، مائنس، سائنس، نائٹروجن۔

۱۳

(الف) —— عربی کے بہت سے اسمِ فاعل ایسے ہیں جن میں ہمزہ لکھا جائے گا، ایسے کچھ لفظ :

قائل، سائل، مائل، قائم، دائم، صائم،
متشائم، لائق، فائق، تائب، نائب، صائب،
غائب، دائر، سائر، زائر، طائر، ضائع،
شائع، فائز، جائز، عائد، زائد، مطمئن،
لئیم، رئیس۔

(ب) —— یہی صورت بہت سی جمعوں کی ہے :

خزائن، قرائن، دفائن، نفائس، نقائص، فرائض،
قبائح، لوائح، وقائع، صنائع، بدائع، ذرائع،
شرائط، نتائج، جرائد، فوائد، عقائد، عمائد،
قصائد، شدائد، وظائف، طوائف، کوائف، عجائب،

غرائب، حقائق، دقائق، فائق، مسائل، فضائل،
رسائل، وسائل، دلائل، قبائل۔

اِس انداز کے سب اسمِ فاعل اور اسمائے جمع اِسی طرح مع ہمزہ لکھے جائیں گے۔

(ج) —— کچھ متفرق لفظ:

معائنہ، ذائقہ، طائفہ، دائرہ، جائزہ، قائمہ، زائچہ،
کائنات، آئنہ، آئینہ، آئین، تائید، پائیں، پائنتی،
کائیاں، دائیں، بائیں، گسائیں، رائتا، چرائتا۔

آپ نے دیکھا ہوگا کہ جہاں جہاں ہمزہ آیا ہے، وہاں وہاں اُس پر زیر ہے۔ اور یہی پہچان ہے اِس کی کہ یہاں لازماً ہمزہ لکھا جائے گا۔ مثلاً ایک لفظ ہے "گایک"، یہ دو طرح تلفّظ میں آتا ہے: جب اِس کو بہ کسرِ حرفِ سوم بولا جائے گا تو لکھا جائے گا "گائک"، اور جب بہ فتحِ سوم تلفّظ میں آئے گا تو "گایک" ہوگا۔

۱۴

مغلئی اور سُرمئی کے انداز کے بہت سے لفظ ہیں۔ اِن سب لفظوں میں آخری ٹکڑا "ئی" ہے (ء ی)۔ یہ بول چال میں کسی بھی طرح آئیں، اِن کو لکھا جائے گا اِسی طرح:

فالسئی، پِستئی، اگرئی، سرمئی، مغلئی، باجپئی،
لُچئی، چِکنئی، مٹئی، بھل منسئی، مرزئی، بھٹئی،
بڑھئی، گُجئی، بھئی (بھائی کی ایک صورت)، گھئی (چولھے کی)،
جئی، تُرئی، چکئی، رَئی، ارئی، غل زئی،
کنئی، گرئی، مکئی۔

ي ۔ ے

ي اور ے، ایک ہی حرف کی دو صورتیں ہیں جو لفظ کے آخر میں آتی ہیں، اِس فرق کے ساتھ کہ ي، معروف آواز کے لیے آتی ہے، جیسے: زندگی، اور ے کبھی مجہول آواز کے لیے آتی ہے، جیسے: کرے، اور کبھی اِس کا ماقبل مفتوح ہوتا ہے، جیسے: لے۔

۱

(الف) ــــ جب لفظ کے آخر میں ہائے مختفی ہوتی ہے، تو محرّف صورت میں، اُس لفظ کے آخر میں ے آجاتی ہے۔ جیسے کعبہ اور کعبے سے۔ اِسی طرح چار دروازے اور دو راستے۔ اِس کا ہمیشہ خیال رکھنا چاہیے کہ ایسی صورت میں ہمیشہ لفظ کو یائے مجہول کے ساتھ لکھا جائے، ورنہ املا غلط ہو جائے گا، یعنی "کعبہ میں" غلط املا ہے۔ صحیح املا ہے "کعبے میں"۔ کچھ لفظوں کے آخر کا الف بھی محرّف صورت میں ے سے بدل جاتا ہے، جیسے: گھوڑا، اور گھوڑے پر۔ سہارا، اور سہارے کے بغیر۔

(ب) ــــ بُرقع، موقع، مطلع، مقطع، مصرع، موضع، مجمع، مقنع، مطبع؛ یہ نو لفظ ہیں۔ جمع کی صورت میں نیز محرّف صورت میں اِن کے آخر میں ے کا اضافہ کیا جائے گا۔ جیسے: مطلعے میں، مقطعے سے، موقعے پر، چار مصرعے، دو بُرقعے۔

"ون"، کے ساتھ جب اِن کی جمع بنے گی، تب ع کے آگے "ون" کا اضافہ کر دیا جائے گا، جیسے: مجمعوں میں، موقعوں پر، مطبعوں کا کام، مصرعوں کا شمار وغیرہ۔ "مصرعے"، لکھا جائے گا، یا "مصرعوں"، دونوں صورتوں میں ع تلفّظ میں الگ سے نہیں آتا، بلکہ ے اور و میں آمیز ہو جاتا ہے، مگر اُس کو لکھا ضرور جائے گا۔ اب اِن کی صورت یہ ہوگی

مصرع، مصرعے، مصرعوں۔ مقطع، مقطعے، مقطعوں۔
مطلع، مطلعے، مطلعوں (وغیرہ)

۲

انگریزی کے ایسے بہت سے لفظ اُردو میں مستعمل ہیں جن کو لکھتے وقت یہ اُلجھن پیدا ہوتی ہے کہ فلاں حرف کے بعد ی لکھنا چاہیے، یا اُس پر زیر مان لینا کافی ہوگا۔ مثلاً کچھ لوگ "ایڈیٹر" لکھتے ہیں اور کچھ "اِڈیٹر" کو صحیح سمجھتے ہیں۔ مگر اِس پر سب کا اِتّفاق ہے کہ ڈال کے بعد ی ہے؛ اِس سے یہ اصول ہاتھ آیا کہ ایسے لفظوں میں جب حرف پر دباو زیادہ ہو تو اُس کے بعد ی لکھنا چاہیے، اور اگر دباو ہلکا ہو تو زیر کافی ہوگا۔ ایسے کچھ لفظ یہ ہیں:

اِڈیٹر، اڈیشنل، اڈیشن، اِمپائر، اِگزامنر، اِڈیسن، پبلشر، پرائوٹ، کلاسکی، کیرکٹر، ڈائرکٹر، ڈِزائن، ڈِرائنگ۔

اِس کے برخلاف، مندرجۂ ذیل لفظ مع اضافۂ یا سُننے میں آتے ہیں:
پریسیڈنٹ، پالیسی، یونی ورسٹی، کیمپ، پروفیسر، ایڈوکیٹ۔

گنتیاں

(الف) —— چھے، اِس کو پہلے "چھہ" بھی لکھا جاتا تھا۔ اب کچھ لوگ اِس کو "چھ" لکھتے ہیں، مگر "چھ" تو کوئی لفظ ہی نہیں ہوا۔ اِس کے ساتھ جب تک کسی اور حرف کو شامل نہ کیا جائے، اُس وقت تک یہ حرکت کو قبول کر ہی نہیں سکتا۔ جیسے ایک لفظ ہے: پوچھ، اِس میں آخری ٹکڑا "چھ" ہے۔ اِس طرح تو یہ آسکتا ہے، ایک مستقل لفظ کے طور پر کیسے آسکتا ہے؟

مختصر یہ کہ اب اِس لفظ کو "چھے" لکھنا چاہیے، جیسے: چھے دن، چھے روپے

وغیرہ۔ اِسی سے "چھماہی"، بنتا ہے، جیسے ع : رسم ہے مُردے کی چھماہی ایک —— "چھے" سے "چھیوں"، بنے گا۔ جیسے : چھیوں آدمی آگئے۔ اِسی طرح "چھیاسٹھ" اور "چھیتّر"۔ سب میں "چھے" کی یَ باقی رہے گی۔

(ب) —— گیارہ سے اٹھارہ تک کی گنتیوں کے آخر میں ہ ہے (ہائے ملفوظ) اِن کے آخر میں الف لکھنا ٹھیک نہیں۔ یعنی صحیح املا "بارہ"، ہوگا، اور "بارا"، لکھنا درست نہیں ہوگا۔ اِن کو اِس طرح لکھا جائے گا :

گیارہ، بارہ، تیرہ، چودہ، پندرہ، سولہ، ستّرہ، اٹھّارہ۔

(ج) جب اِن سے اعدادِ ترتیبی بنیں گے تو ہائے ملفوظ، ہائے مخلوط میں بدل جائے گی، جیسے : بارہ، بارھواں، بارھویں۔ البتّہ "اٹھارہ"، کو ھ کے بغیر ہی لکھا جائے گا۔ یہ اِسی طرح مستعمل ہے۔ اِس میں ایک ھ پہلے سے موجود ہے، غالباً اِسی لیے دوسری ھ جگہ نہیں بنا پائی۔ اب اعدادِ ترتیبی کی صورت یہ ہوئی :

گیارہ، گیارھواں، گیارھویں۔ بارہ، بارھواں، بارھویں۔
تیرہ، تیرھواں، تیرھویں۔ چودہ، چودھواں، چودھویں۔
پندرہ، پندرھواں، پندرھویں۔ سولہ، سولھواں، سولھویں۔
ستّرہ، سترھواں، سترھویں۔ اٹھّارہ، اٹھارواں، اٹھارویں۔

(د) —— اعدادِ استغراقی :

گیارھوں، بارھوں، تیرھوں، چودھوں،
پندرھوں، سولھوں، سترھوں، اٹھاروں۔

(ہ) —— اُنّیس سے اڑتالیس تک کی گنتیوں میں س سے پہلے یَ ہے۔ کبھی کبھی بعض گنتیوں میں اِس یَ کو چھوڑ دیا جاتا ہے اور جلدی میں "اکتالس"، یا "چونتس" (وغیرہ) قلم سے نکل جاتے ہیں۔ یہ ٹھیک نہیں۔ اِن سب گنتیوں میں س سے پہلے یَ لکھی جائے گی: اکّیس، بائیس، تیئیس، وغیرہ۔ اکتیس، بتّیس، چونتیس وغیرہ۔ اکتالیس، بیالیس، تینتالیس، چوالیس وغیرہ۔

(و) —— ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۷، ۴۵، ۴۷، ۶۵ : اِن سات اعداد کو جب لفظوں میں لکھا جائے گا، تو اِن میں نونِ غنّہ ضرور آئے گا، اِس طرح : تینتیس، چونتیس، پینتیس، سینتیس، پینتالیس، سینتالیس، پینسٹھ۔

(ز) —— سیکڑا، سیکڑوں، سیکڑے : اِن میں نونِ غنّہ موجود نہیں۔ اِن کو "سینکڑوں" یا "سینکڑا" لکھنا صحیح نہیں۔

(ح) —— ۶۹ سے ۷۸ تک کی گنتیوں میں سے کچھ میں ہائے مخلوط (ھ) آتی ہے، بعض میں ہائے ملفوظ اور بعض میں ہ آتی ہی نہیں۔ اِن کو اِس طرح لکھنا چاہیے :

انھتّر، ستّر، اکھتّر، بہتّر، تہتّر، چوہتّر، پچھتّر، چھیتّر، ستتّر، اٹھتّر۔

(ط) —— اعدادِ ترتیبی : "پہلا" اور "دوسرا" سے لے کر "اٹھتّرواں" اور "اٹھتّرویں" تک اعدادِ ترتیبی کے لکھنے میں کچھ مشکل پیش نہیں آتی، اِس طرح : گیارھواں، گیارھویں۔ بیسواں، بیسویں۔ اکتیسواں، اکتیسویں۔ اکیاونواں، اکیاونویں وغیرہ۔ البتّہ ۷۹ سے ۹۹ تک کچھ اُلجھن ہو سکتی ہے، شاید اِس وجہ سے کہ ۷۹ سے ۹۹ تک کے اعداد، اعدادِ ترتیبی کی صورت میں عموماً استعمال میں نہیں آتے، اِس بنا پر نامانوس پن کا احساس ہوتا ہے۔ اِس سلسلے میں طریقہ یہ رہے گا کہ ۷۹ سے ۹۹ تک کے اعداد میں "واں" اور "ویں" کو ملاکر نہیں لکھا جائے گا، اور یہ اِس لیے ہے کہ (اور اعدادِ ترتیبی کی طرح) اِن کو ملاکر لکھنے میں عددی وضاحت ذرا کم ہو جاتی ہے اور بعض مواقع پر کسی طرح کا التباس بھی ہو سکتا ہے۔ اِن اعداد کی صورت یہ ہوگی :

اُناسی واں، اُناسی ویں۔ اسّی واں، اسّی ویں۔ اکیاسی واں، اکیاسی ویں۔ نواسی واں اور نواسی ویں تک۔

یہ خیال رہے کہ ان سب اعداد میں اعدادِ معیّن کی یؔ تلفظ میں بہت خفیف ہو کر آتی ہے، یعنی "اکیاسی واں" کا تلفظ "اکیاسواں" کی طرح ہوتا ہے؛ مگر اِس یؔ کو لکھا ضرور جائے گا اور یہ دفعِ التباس کے لیے ہوگا، جیسے "پچاسی واں" کو "پچاسواں"،

لکھا جائے تو اِس کا امکان ہے کہ تشدید کے چھوٹ جانے کی صورت میں اُس کو "پچاسواں" سمجھ لیا جائے۔

اِن اعداد کو اگر اِس طرح لکھا جائے کہ عدد کو ہندسے کی صورت میں لکھ کر "واں"، اور "ویں" کو اُس کے ساتھ لکھا جائے، مثلاً "۹۰ واں" اور "۹۰ ویں" یا "۹، واں" اور "۹، ویں" تو زیادہ مناسب ہوگا۔

(ی) —— اُناسی، پچّاسی، پچّانوے، ننّانوے ؛ اِن گنتیوں کو اِسی طرح لکھنا چاہیے۔ اِن میں کبھی ایک یَ بھی شامل کر دی جاتی ہے، یعنی اِن کو "انیاسی، پچیاسی، پچیانوے، ننیانوے" لکھا جاتا ہے۔ یہ ٹھیک نہیں۔

لفظوں کو ملا کر لکھنا

دو لفظوں کو ملا کر نہیں لکھنا چاہیے۔ اُردو میں شوشے، جوڑ، نقطے، حرفوں کی مختلف صورتیں ؛ یہ سب کچھ اِس قدر اور اِس طرح ہے کہ اِن سب کے ساتھ دو یا زیادہ لفظوں کو ملا کر لکھنا، نگاہ کو مزید آزمایش میں مبتلا کرنا اور طالبِ علم کو حیران کرنا ہے۔ لکھنے اور پڑھنے کی آسانی اِس میں ہے کہ لفظوں کو ملا کر نہ لکھا جائے۔ اِس سے پڑھنے میں آسانی اور لکھنے میں سادگی کا فائدہ حاصل ہوگا۔ زبان صرف اچھّے خاصے پڑھے لکھے لوگوں کے لیے نہیں ہوتی، وہ طالب علموں اور کم خواندہ لوگوں کے لیے بھی ہوتی ہے۔ ایک لکھا پڑھا آدمی "نیکبخت" کے پڑھنے میں اُلجھن نہیں محسوس کرے گا، مگر ابتدائی درجوں کے طلبہ اور معمولی سطح کے آدمیوں کو اُس کے پڑھنے میں اُلجھن سے آنکھیں چار کرنا پڑیں گی۔ انجمن نے بھی یہی طے کیا تھا کہ: "مرکّب لفظ جو دو یا زیادہ لفظوں سے بنے ہوں، آپس میں ملا کر نہ لکھے جائیں، بل کہ ہمیشہ الگ الگ لکھے جائیں"۔ اِس کی پابندی کرنا چاہیے۔

(الف) دو لفظوں کو ملا کر نہیں لکھا جائے گا، خواہ دو اسم ہوں، جیسے: خوب صورت،

کہ اِس کو "خوبصورت" نہیں لکھنا چاہیے، یا فعل ہوں، جیسے: آئے گا، چل گیا، دیکھیں گے۔ ہر صورت میں فعلوں کے ساتھ ایسے لاحقوں کو الگ لکھا جائے گا۔

(ب) اِسموں کے ساتھ جو سابقے آتے ہیں، اُن کو بھی الگ لکھا جائے گا، جیسے: بہ خوبی، اَن پڑھ، بے ڈھنگا وغیرہ۔

(ج) کہ، چہ وغیرہ کو بھی الگ لکھا جائے گا، جیسے: کیوں کہ، چناں چہ، بل کہ۔

(د) جو مفرد لفظ آسانی کے ساتھ ٹکڑوں میں تقسیم ہو سکتے ہیں، اُن کو علاحدہ لکھا جائے گا، جیسے: بی بی، دُل دُل۔

(ہ) انگریزی کے لفظوں کو اِس طرح لکھنا چاہیے کہ وہ زیادہ سے زیادہ ٹکڑوں میں تقسیم ہو سکیں، جیسے: یونی ورسٹی، ٹرانس پورٹ۔

اُردو میں مرکّبات کی تعداد بہت ہے۔ اِس کے علاوہ، سابقوں اور لاحقوں سے مرکّب ہونے والے الفاظ بھی بڑی تعداد میں ہیں۔ ذیل میں محض مثال کے طور پر، ایسے لفظوں کی مختصر سی فہرست پیش کی جاتی ہے:

"بہ" خواہ لفظ کے شروع میں آئے، یا درمیان میں، اُس کو الگ لکھنا چاہیے۔ اِسی طرح حرفِ نفی "نہ"، کو بھی ملا کر نہیں لکھنا چاہیے۔ "بے" کو بھی کلمے سے ملا کر نہیں لکھنا چاہیے، جیسے:

بہ خدا، بہ نظرِ اصلاح، بہ آسانی، بہ کارِ خاص، بہ رنگِ غالب، بہ خوبی، بہ صد ادب ـــــ دم بہ دم، جا بہ جا، تن بہ تقدیر، جاں بہ لب، نام بہ نام، رو بہ قبلہ، حرف بہ حرف، نو بہ نو، لب بہ لب، صدا بہ صحرا۔

نہ کرو، نہ لکھو، نہ دیکھیں گے، نہ پوچھو، نہ کہو، نہ جانتے ـــــ

بے دماغ، بے وفا، بے کلی، بے لگام۔ بے وجہ، بے وقت، بے ہوش، بے ہوشی، بے نوا، بے نیاز، بے نظیر، بے کراں، بے کس، بے کسی، بے لاگ، بے مروّت، بے فائدہ، بے فکرا، بے طرح، بے قابو، بے قاعدہ، بے شرم، بے شمار، بے ڈھب، بے تاب، بے تابی، بے بس، بے باک،

بے باکی، بے باق، بے جُرم، بے درد۔

البتہ بجز، بجائے، بفضلہٖ، بہم، بغیر، بعینہٖ، یہ لفظ، مستثنا الفاظ کی حیثیت رکھتے ہیں، کیوں کہ یہ مفرد لفظوں کی طرح بن چکے ہیں، اِن کو اِسی طرح لکھا جائے گا۔

اُن کو، اِس کو، مجھ کو، تجھ کو۔ اُس سے، مجھ سے، تجھ سے، اِن سے۔ ہم نے، اُنھوں نے۔ جب تک، کب تک، اب تک۔ ہم پر، اُس پر۔ اُس کا، اِن کا، کِس کا وغیرہ۔

جو کلمے سابقوں یا لاحقوں کے طور پر کلمے کے شروع اور آخر میں آتے ہیں، اُن کو ملا کر نہیں لکھنا چاہیے، جیسے:

بیش تر، کم تر، خوب تر، خوش تر۔ البتہ "بہتر" کو اِسی طرح لکھا جائے گا ——
فن کار، قلم کار، دست کار —— غارت گر، ستم گری، کاری گر، بازی گر۔
طلب گار، خواست گار، کام گار، خدمت گار —— نیل گوں، گل گوں۔
ریگ زار، طرب زار، زعفران زار —— باغ بان، فیل بان، گاڑی بان، نگہ بان —— پری وش، ماہ وش —— نام ور، طالع ور، سخن ور۔
خوف ناک، ہیبت ناک، نم ناک، تاب ناک، شرم ناک ——
رزم گاہ، تخت گاہ، عبادت گاہ —— غم کدہ، بُت کدہ، آتش کدہ، صنم کدہ —— توپ خانہ، مے خانہ، بُت خانہ، خُم خانہ، شراب خانہ، ڈاک خانہ، مہمان خانہ —— خاص دان، قلم دان، پان دان، روشن دان۔
دانش مند، عقل مند، حاجت مند، دولت مند، خواہش مند ——
کیوں کہ، چوں کہ، جب کہ، بل کہ، بہ شرطے کہ، غرض کہ، باوجودے کہ۔ چناں چہ۔
اَن جان، اَن پڑھ، اَن داتا، اَن ہونی —— شاہ کار، شاہ راہ، شاہ باز، شاہ خرچ، شاہ رگ، شہ رگ ——

عام کلمے: گُل بدن، گُل فام، گُل رنگ، گُل رُخ، گُل قند۔
نیم خواب، نیم باز، یک مشت، یک دل، غلط نامہ، سال نامہ
فال نامہ، اہل کار، امام باڑا، آب دیدہ، خوب صورت، خوب رو،
خوش حال، خوش بو، خوش خبری، دھرم شالا، دل دادہ، دل کش،
دل گیر، دل پذیر، دل دہی، ذی روح، ذی شان، زبان داں،
زیاں کار، ست نجا، شب خون، شب چراغ، صاحب دل، صاحب قران،
صبح دم، طالبِ علم، عالی جناب، خوش خط، رس گلّا، راج دُلارا،
راج کمار، کان پور، جون پور، غازی پور، سکھ پال، سنگ دل،
سال گرہ وغیرہ۔

سرمگیں، شرمگیں، غمگیں، اندوہگیں، اپیچی، فیچی، مشعلچی، دیگچی، لڑکپن، بچپن، خاکسار، شرمسار، شاخسار، بازیچہ، غالیچہ، بیلچہ، دیگچہ، نیمچہ، پاسبان، جیسے چند لفظ ہیں جو مفرد لفظ بن چکے ہیں، اِن کو اِسی طرح لکھنا چاہیے۔ مگر یہ خیال رہے کہ ایسے گنتی کے چند لفظ ہیں اور بس۔ باقی سب کلموں کو الگ الگ ہی لکھنا چاہیے۔

اعراب:

"اعراب" سے مراد ہیں: زبر، زیر، پیش اور جزم۔ زبر، زیر، پیش کو "حرکات" بھی کہتے ہیں۔ اُردو میں عام لفظوں پر زبر زیر لگانے کا رواج نہ تھا اور نہ ہے۔ مگر اب حالات نے کچھ ایسی صورت پیدا کر دی ہے کہ بہت سے لفظوں پر اعراب کی ضرورت کا احساس ہوتا ہے۔ عام الفاظ کے علاوہ، بعض مقامات یقیناً ایسے ہیں جہاں اعراب نگاری کو لازم قرار دینا چاہیے۔

اِن میں سب سے زیادہ اہمیّت اضافت کے زیر کی ہے۔ اضافت کے زیر کو لازماً

لگانا چاہیے، جیسے: موسمِ بہار، دہلیِ مرحوم، دیوِ سفید، زندگیِ فانی وغیرہ
اِسی طرح اُس، اِس، اُن، اِن، اُدھر، اِدھر! اِن کلمات میں الف پر زیر یا پیش ضرور لگانا چاہیے۔ مشکل لفظوں میں یا کم معروف لفظوں میں ضروری مقامات پر اعراب ضرور لگانا چاہیے۔ اِسی طرح، جن لفظوں کے پڑھنے میں کسی طرح کا شبہہ پیدا ہو سکتا ہو، اُن پر بھی اعراب لگانا چاہیے۔ خاص خاص لفظوں پر اعراب لگانے سے ایک فائدہ یہ بھی ہوگا کہ لکھنے والے اور پڑھنے والے، دونوں کا ذہن صحتِ تلفّظ کی طرف منتقل ہوتا رہے گا اور آج کل اِس کی بہت ضرورت ہے۔

علامات

لفظوں کو صحیح پڑھنے کے لیے، واو اور ی کے سلسلے میں بعض مقامات پر اِس کی ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ یہ معلوم ہو کہ یٖ یا واو یہاں معروف ہے یا مجہول۔ اِسی طرح نون کے متعلق بھی یہ معلوم ہو کہ یہاں یہ غنّہ ہے یا ملفوظ۔ بہت سے نئے لفظوں یا کم معروف لفظوں کے سلسلے میں خاص طور پر اِس ضرورت کا احساس ہوتا ہے۔

(۱) —— واو سے پہلے والے حرف پر اگر پیش ہو اور وہ واو کھینچ کر پڑھا جائے، تو اُس کو "واوِ معروف" کہتے ہیں۔ کھینچ کر پڑھنے میں نہ آئے تو وہ "واوِ مجہول" ہے۔ واوِ معروف کو ظاہر کرنے کے لیے، اُس واو پر الٹا پیش بنا دینا چاہیے، جیسے: دوٗر، چوٗر، نوٗر، طوٗر۔ واوِ مجہول کے لیے، اُس سے پہلے والے حرف پر پیش لگانا کافی ہوگا، جیسے: چُور، گُور، بُور، شُور۔

(۲) —— یاے معروف کے لیے، اُس کے نیچے ایک چھوٹی سی کھڑی لکیر آئے گی، جیسے: بیٖٹ، اپیٖنٹ، چھیٖنٹ۔ یاے مجہول کے لیے، اُس سے پہلے والے حرف پر زیر لگایا جا سکتا ہے، جیسے: بِیر، پِیر، تِیر، شِیر۔

(۳) —— طوٗر، جوٗر، اور پیٖر، تیٖر جیسے لفظوں میں (جن میں ماقبلِ یٖ

مفتوح ہے) یَ اور واَو سے پہلے والے حرف پر زبر لگا دینا چاہیے۔

(۴) —— نونِ غنّہ جب لفظ کے آخر میں آتا ہے تو اُس پر نقطہ نہیں رکھا جاتا ہے، جیسے: کہاں، وہاں —— جب وہ لفظ کے بیچ میں ہو، اور ضرورت محسوس ہو، تو اُس کے اوپر الٹا قوس (ں) بنا دینا چاہیے، جیسے: گنؒوار، گاںؒو، داںؒو، چوںؒسا —— جب وہ ساکن ہو، اور ضرورت سمجھی جائے، تو اُس پر جزم بنا دیا جائے، جیسے: بنْسی، چنْدن، ہنْڈا، جنْدل۔

(۵) —— کچھ لفظ ایسے ہیں جن میں واو لکھنے میں آتا ہے اور پڑھنے میں نہیں آتا، جیسے: خود، خوش۔ اگر کبھی کسی خاص لفظ میں ضرورت محسوس ہو، تو ایسے واو کے نیچے ایک چھوٹی سی لکیر بنا دی جائے، جیسے: خوٖد، خوٖیش، خوٖراک۔

علامتوں کے متعلّق یہ بات خوب سمجھ لینا چاہیے کہ اُن کو بے ضرورت استعمال نہ کیا جائے۔ اکثر لفظوں سے عام لوگ واقف ہوا کرتے ہیں۔ زیادہ زبر زیر یا علامتیں لگانے سے عبارت بوجھل اور بدنما ہو جاتی ہے اور آسانی کے بجائے، کبھی کبھی اُلجھن پیدا ہو سکتی ہے۔ ہاں، جہاں واقعی ضرورت ہو، وہاں اعراب بھی لگانا چاہیے اور علامتوں سے بھی پوری طرح کام لینا چاہیے، بل کہ اُن کو لازم سمجھنا چاہیے۔

(فائدہ) —— تشدید بھی ایک طرح کی علامت ہے، جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہاں اِس حرف کی تکرار ہے۔ یہ علامت، حرف کی قائم مقام ہوتی ہے (مددت = مدّت)۔ بہت سے لفظ ایسے ہیں جن کو تشدید کے بغیر بھی صحیح طور پر پڑھ لیا جاتا ہے، مگر اچھّا یہی ہوگا کہ اِس کو التزام کے ساتھ لکھا جائے۔ بہت سے لفظ ہیں جو مع تشدید بھی درست ہیں اور بلا تشدید بھی، جیسے: ندی اور ندّی۔ ایسے لفظ بھی ہیں جن میں تشدید کے ہونے یا نہ ہونے سے معنوی فرق آجاتا ہے، جیسے: ردی اور ردّی۔ "زندگیِّ فانی" اگر شعر میں آیا ہے اور اُس کو "زندگی فانی"، ہی لکھا جائے تو ظاہر ہے کہ ٹھیک نہیں ہوگا۔ بہ ہر صورت، تشدید کو ضرور لکھنا چاہیے۔

(فائدہ)—— ہندی کی ایک آواز ऋ ہے، جو اُردو میں موجود نہیں، اور اُس کے لیے کسی علامت کی بھی ضرورت نہیں۔ جیسے ہندی کا لفظ कृष्ण اُردو میں "کرشن". بولا اور لکھا جاتا ہے اور اُردو میں یہی صحیح صورت ہے (وغیرہ)۔ بعض لوگوں نے جو یہ تجویز کی ہے کہ اِس کے لیے نؔ کے اوپر ایک ط بنا دینا چاہیے، (کرشنؕ)، یہ فضول بات ہے اور محض بے ضرورت۔ اِسی طرح اُردو میں "برہمن" ہے، ہندی میں اگر اُس کو ब्राह्मण لکھا جاتا ہے تو یہ اُس سے مخصوص ہے، اُردو کے لیے یہ صورت قابلِ قبول نہیں ہو سکتی۔ اُردو میں "برہمن" ہی رہے گا۔

یہ خیال رہے کہ عبارت کو بہت سی علامتوں سے بوجھل بنا دینا، کچھ مناسب نہیں۔ بہت سے زیور لادلینا، گنوار پن کی پہچان بھی بن جایا کرتی ہے۔ بہ قدرِ ضرورت ہر چیز کو استعمال کرنا چاہیے، وہ زبر زیر ہوں یا علامات واوقاف۔ اِس زمانے میں لسانیات والوں نے بہت سی علامتیں وضع کر ڈالی ہیں؛ اگر اُن سب کو استعمال کیا جائے تو اُردو کی عبارت سے زیادہ اُلجھن میں ڈالنے والی چیز شاید ہی اور کوئی ملے۔ اُن سب کے اجتماع سے قلم رُکے گا، نگاہ گھبرائے گی اور زبان دھوکے کھائے گی اور پرچۂ ترکیبِ استعمال ساتھ لے کر بیٹھنا پڑے گا۔ ایسے ہی موقعوں پر یہ مثل کہی جاتی ہے کہ: بھٹ پڑے وہ سونا، جس سے ٹوٹیں کان۔

رموزِ اوقاف:

اوقاف، اُن علامتوں کو کہتے ہیں جن کی مدد سے جُملے کو اور جُملے کے مختلف اجزا کو صحیح طور پر سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ اِن کا استعمال ضروری ہے۔ یہ دیکھا گیا ہے کہ اضافت کے زیر اور کاما کو اگر صحیح طور پر استعمال کیا جائے تو اکثر اوقات پڑھنے والے کو عبارت اور اشعار کے مطالب و مفاہیم کے سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے۔ اِن علامتوں کو پابندی سے استعمال کرنا چاہیے۔ یہ علامتیں حسبِ ذیل ہیں:

	اُردو نام	انگریزی نام	علامت
(۱)	سکتہ	Comma	،
(۲)	وقفہ	Semicolon	؛
(۳)	رابطہ	Colon	:
(۴)	ختمہ	Fullstop	۔
(۵)	سوالیہ	Sign of Introgation	؟
(۶)	ندائیہ، فجائیہ	Sign of Exclamation	!
(۷)	قوسین	Brackets	( )-[ ]
(۸)	واوین	Inverted Commas.	" "

۱۔ سکتہ : اِس علامت کا انگریزی نام "کاما" زیادہ مشہور ہے۔ "کاما" کا استعمال بہت ضروری ہے۔ اِس سے بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ عبارت کے ٹکڑے ایک دوسرے سے اِس طرح مل نہیں پاتے کہ مطلب خبط ہو جائے۔ جب بھی ایسے لفظ یک جا ہو جائیں جن کو ایک دوسرے سے الگ کیا جانا ضروری ہو تو وہاں کاما کو ضرور استعمال کرنا چاہیے۔ یہ علامت خاص طور سے ایسے موقعوں پر استعمال میں آتی ہے :

(۱) جب دو یا زیادہ ایک ہی قسم کے کلمے ایک ساتھ آئیں۔ ایسی صورت میں عام طور پر یہ ہوتا ہے کہ پہلے ایک یا دو لفظوں کے بیچ میں کاما آتا ہے اور آخری لفظ سے پہلے "اور" یا "یا" آتا ہے، جیسے : یہ کتاب مفید، نصیحت آموز اور آسان ہے۔ دہلی، بمبئی، آگرے اور کلکتے میں بھی میں نے تلاش کیا۔ وہ تو بہت سمجھ دار، ذہین اور بااخلاق ہیں۔

(۲) ندائیہ لفظوں کے بعد، جیسے : جنابِ صدر، خواتین وحضرات ! اے ماؤ، بہنو، بیٹیو !

(۳) مختلف ٹکڑوں کے بیچ میں، جیسے : صبح ہو کہ شام، خدا کو یاد کرنا چاہیے۔ آندھی ہو کہ پانی، روشنی ہو یا اندھیرا، تنہائی ہو یا محفل، کسی بھی حالت میں اخلاق اور

سچّائی کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہیے۔

(۴) ایک ہی ڈھنگ کے جُملوں کے بیچ میں، جیسے: مَیں یہاں آیا، وہاں گیا، غرض سارا دن پھرتا رہا۔ کھیلنے کے وقت کھیلو، پڑھنے کے وقت پڑھو۔ "کاما"، بہت سے مقامات پر استعمال میں آتا ہے، مندرجۂ ذیل مثالوں سے اُس کے استعمال کا بہ خوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے:

ہمایوں، ایران سے واپس آیا تھا۔ بابر، ہندوستان کا بادشاہ بن گیا۔ جب وہ چلے گئے، تو مَیں تمھارے پاس آیا۔ جس شخص نے مجھ سے یہ سب باتیں کہیں، اُس کا نام مَیں نہیں بتاؤں گا۔ جس نے اُس سے جھگڑا کیا، وہ پریشانی میں پڑا۔ وہ شخص ہے تو بے وقوف، مگر ہے ایمان دار۔ اُن کو یہاں سب کچھ مل جاتا ہے، پھر وہ کہیں اور کیوں جائیں۔ وہ چھڑی ہاتھ میں لے، نکل کھڑا ہوا۔ وہ کتاب، حالی کی ہے۔ مولانا حالی، مسدّس کے مُصنّف ہیں۔ شعر العجم، شبلی کی مشہور تصنیف ہے۔

اشعار میں ایسے مقامات پر کاما ضرور لگانا چاہیے جہاں لفظ آگے پیچھے ہو گئے ہوں یا ٹکڑوں کو الگ الگ کر دینے سے، مفہوم واضح ہو سکتا ہو جیسے: ع غم رہا، جب تک کہ دم میں دم رہا ے سب کہاں، کچھ لالہ و گُل میں نمایاں ہو گئیں ؛ خاک میں، کیا صورتیں ہوں گی، کہ پنہاں ہو گئیں ے ہے آدمی، بجائے خود، اک محشرِ خیال ؛ ہم انجمن سمجھتے ہیں، خلوت ہی کیوں نہ ہو ے دیر نہیں، حرم نہیں، در نہیں، آستاں نہیں ؛ بیٹھے ہیں رہ گزر پہ ہم، غیر ہمیں اٹھائے کیوں ع نہیں بہار کو فرصت، نہ ہو، بہار تو ہے۔

کاما، جسے "سکتہ" بھی کہتے ہیں؛ یہ چھوٹے ٹھہراو کو ظاہر کرنے کے لیے آتا ہے۔ جب زیادہ ٹھہراو کا محل ہو، تو "وقفہ" استعمال کرنا چاہیے، جسے "سیمی کولن" بھی کہتے ہیں۔

۲۔ وقفہ: جب کئی لفظوں کے بیچ میں کاما ہو، تو اکثر ایسا ہوتا ہے کہ آخری ٹکڑے سے پہلے طویل وقفے کا محل معلوم ہوتا ہے؛ ایسے موقعوں پر آخری ٹکڑے کے بعد وقفہ لانا چاہیے جیسے: سچّائی، خلوص، ایمان داری؛ اِن سب کی ضرورت اُن کو نہیں۔ دہلی، بمبئی، مدراس؛ اِن سب بڑے شہروں میں گندی بستیاں موجود ہیں۔

اِس کی ایک دوسری صورت یہ ہوتی ہے: حیدر آباد، میسور اور ٹراونکور، جنوبی ہند کی؛ بھوپال، گوالیار اور اندور، وسطِ ہند کی ریاستیں ہیں۔ حالی کی مسدّس، یادگارِ غالب، حیاتِ جاوید؛ شبلی کی الفاروق، شعرالعجم، موازنۂ انیس و دبیر، سیرت النّبی؛ محمد حسین آزاد کی آبِ حیات، دربارِ اکبری، قصصِ ہند؛ بار بار پڑھنے کی کتابیں ہیں۔ جو کرے گا، سو پائے گا؛ جو بوئے گا، سو کاٹے گا۔ آنا، تو خفا آنا؛ جانا، تو رُلا جانا۔

۳۔ رابطہ: کسی کا قول نقل کیا جائے، کسی اقتباس کو لکھا جائے، نظم یا نثر کی تشریح کی جائے؛ ایسے موقعوں پر اِس علامت کو استعمال کیا جاتا ہے۔ اِسی طرح مثالوں سے پہلے لفظوں کے معانی لکھنے سے پہلے شعر یا مصرعے کا حوالہ دینے سے پہلے، اِس علامت کو لایا جاتا ہے۔ جیسے: ہندستان کے مشہور شاعر یہ ہیں: میرؔ، غالبؔ، اقبالؔ۔ مومن کا یہ شعر: تم مرے پاس ہوتے ہو گویا...... مجھے اب تک یاد ہے۔ غالبؔ نے ایک خط میں لکھا ہے: مغل کے لہجے کی نقل نہ کرو —— دُزدی: چوری۔ اِسراف: فضول خرچی۔

۴۔ ختمہ: یہ علامت، جسے عام طور پر "ڈیش" کہتے ہیں؛ جملے کے خاتمے پر لگائی جاتی ہے، جیسے: میں وہاں گیا تھا۔ انگریزی کے مخفّفات کے بعد بھی یہ علامت لگادیتے ہیں، جیسے: کے۔ سی۔ آئی۔

۵۔ واوین: جب کسی کا قول، اُسی کے الفاظ میں نقل کیا جاتا ہے، تو اُس کے شروع میں اور آخر میں یہ علامت لاتے ہیں، تاکہ معلوم ہو کہ یہ حصّہ، باقی عبارت سے الگ ہے اور کسی دوسرے سے تعلّق رکھتا ہے —— اِسی طرح کسی مشہور شعر کے کسی ٹکڑے کو، کسی خاص ترکیب کو، یا نثر کے کسی خاص ٹکڑے کو جب اپنی عبارت میں کھپاتے ہیں تو اُس کو ممتاز کرنے کے لیے "واوین" میں مقیّد کر دیتے ہیں۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی لفظ یا مجموعۂ الفاظ کو ایک خاص معنیٰ میں، یا ایک خاص طرح استعمال کیا گیا ہے، اور پڑھنے والوں کی توجّہ کو اُس خاص معنویّت یا خاص اندازِ استعمال کی طرف مبذول کرانا مقصود ہے؛ اِس صورت میں بھی اُن الفاظ یا اُس لفظ کو "واوین" میں لاتے ہیں۔ کبھی بعض اصطلاحوں کو بھی "واوین" میں لکھا

جاتا ہے، تاکہ وہ اُس عبارت میں آمیز نہ ہونے پائیں۔

۶۔ ندائیہ : یہ علامت منادا کے ساتھ لائی جاتی ہے، جیسے : مومن ! یہ لافِ الفتِ تقوا ہے کیوں، مگر ؛ دِلّی میں کوئی دشمنِ ایماں نہیں رہا ؟ اِس صورت میں اِس کو "ندائیہ" کہیں گے۔ جب یہ علامت اُن الفاظ یا جملوں کے بعد آتی ہے، جن سے کوئی جذبہ ظاہر کرنا ہوتا ہے، جیسے : غصّہ، حقارت، نفرت، خوف، غم، تعجّب ؛ تو اِس کو "فجائیہ" کہا جاتا ہے۔ جذبے کی شدّت کی مناسبت سے، ایک سے زیادہ علامتیں بھی لگا دیتے ہیں۔ جیسے : اُفّوہ ! سخت تکلیف ہے۔ بس صاحب ! بس !!۔ وہ اور رحم !۔ میں اور بزم مے سے یوں تشنہ کام آؤں ! افسوس، صد افسوس ! آج وہ شخص بھی دُنیا سے اُٹھ گیا۔

۷۔ سوالیہ : سوالیہ جملے کے آخر میں یہ علامت آتی ہے، جیسے : کیا بات ہے ؟ تم کہاں سے آ رہے ہو ؟ اُس نے کیا کہا ؟ اب کس کی باری ہے ؟

۸۔ قوسین : عام طور پر جملۂ معترضہ کو قوسین میں لکھا جاتا ہے، جیسے : محمد علی صاحب (جن کے بڑے بھائی، الٰہ آباد میں تحصیل دار ہیں) کل یہاں آئے تھے —— کبھی دوسرے شخص کی عبارت کو بھی قوسین میں لکھتے ہیں۔

ضمیمۂ الفاظ

اِس ضمیمے میں ایسے لفظوں کی فہرست دی گئی ہے جن کے املا کے متعلّق طلبہ کو شک ہو سکتا ہے۔ اِس کتاب میں جو الفاظ آئے ہیں، اُن کے علاوہ، اور کچھ لفظوں کو بھی ضمیمے میں شامل کر لیا گیا ہے۔ کچھ لفظوں کے معانی بھی لکھ دیے گئے ہیں، اور بہت سے مقامات پر حرکات بھی لگا دی گئی ہیں، تاکہ فائدے کا دائرہ وسیع ہو سکے اور طلبہ آسانی کے ساتھ لفظوں کا صحیح املا معلوم کر سکیں۔

آبا "اَب" کی جمع، باپ دادا۔
آباواجداد باپ دادا۔
آبائی خاندانی، موروثی چیز۔
آبِ حیات
آب خورا
آب شُورا شکر اور لیموں کا عرق پانی میں ملا کر بنایا ہوا شربت۔
آبگینہ شیشہ، آئینہ۔
آبلہ، آبلے
آبنائے
آب و دانہ
آب و دانے کی بات
آبیاری سینچائی۔
آپ ہی آپ، آپی آپ

آثم گنہ گار۔
آخاہ، اَخاہ
آخور وہ گھاس جو گھوڑوں کے کھانے سے بچ رہتی ہے اور نکال کر پھیلا دی جاتی ہے۔ نکما، خراب۔
آخون اُستاد۔
آذر آگ۔
آذر بائیجان
آرا لکڑی چیرنے والا۔
آراستہ
آرائش
آرائشی
آرٹکل
آرڈر

آریا
آڑھت
آڑھتیا
اُڑھیا
آزر ابراہیمؑ کے والد یا چچا کا نام۔
آزمائش
آزمائشی
آذُوقہ تھوڑی غذا
آسائش
آسیا چکّی۔
آسیہ فرعون کی بی بی کا نام۔
آشکار ظاہر۔
آشکارا
آفتابہ ایک طرح کا پرانا لوٹا، جس کو

اٹھانے کے لیے پیچھے کی
طرف دستی لگی ہوتی تھی اور
مُنہ پر سرپوش ہوتا تھا۔ یہ
خاص طور پر گرم پانی کے لیے
استعمال کیا جاتا تھا۔

آگرہ
آلائش
آلہ (جمع: آلات)
آلا کچا زخم، ہرا زخم۔
آلھا اُودل
آمُرزِش بخشش۔
آمُرزگار بخشنے والا۔
آملہ آنولا
آموختہ پڑھا ہوا، پچھلا پڑھا ہوا۔
آنا جیسے ایک آنا۔
آناً فاناً
آنسو، آنسوؤں
آنکڑا
آنو
آئنتی پائنتی
آنولا آملہ۔
آئینہ، آئنہ
آوا پزاوہ۔
آوازہ شہرت۔
آویزہ کان کا زیور، بُندا، بالا۔

آہا، آہا
آئین قانون، رسم و رواج،
طرز و روش۔
آئیے (آ ءِ یے)
آیندہ
آیہ آیت۔
آیے (آیہ کی جمع)
اِبتِذال بے قدری، ہلکاپن،
گھٹیاپن۔
اَبرہ دُہرے کپڑے یا روئی والے
کپڑے کی اوپری تہ۔
اَبلَہ بے وقوف۔
اِبّن (نام)
ابوذر ایک صحابی کا نام۔
ابیر (ابیر گلال)
اُپاے
اُپلا
اَتا پتا
اُتارا
اُتار چڑھاو
اتالیق
اُتاولا، اُتاولی
اَتائی جس نے کسی غیر پیشے والے
کا ہنر شوقیہ سیکھا ہو جس نے کوئی
ہنر یا فن باقاعدہ نہ سیکھا ہو۔

اَتھاہ
اٹکاو
اٹلس
اٹّھارہ، اٹّھارواں، اٹّھارویں،
اٹّھاروں
اُٹھائی گیرا
اٹھتّر
اُٹھوارا
اٹھوانسا
اَثاثہ
اِجارہ
اِجرا
اِجرائے ڈگری
اچمبھا
اِحتراز پرہیز کرنا، بچنا۔
اِحتِساب حساب لینا، جانچ کرنا۔
اِحتمال شک، اندیشہ۔
اِحتیاج حاجت، ضرورت، غرض۔
اِحرام باندھنا
اَحمر سُرخ۔
اَحوَل جو ایک چیز کو دو دو دیکھے۔
اَحیاناً اتفاقاً۔
اَخاہ تعجب کا کلمہ۔
اِختراع نئی بات پیدا کرنا، ایجاد۔
اِختلاط دوستی، میل جول، بے تکلفی۔

اَخْذ حاصل کرنا، اختیار کرنا۔
اَخضَر جس کا رنگ ہرا ہو۔
اَخلاطِ اربعہ خون، صفرا، بلغم، سودا۔
اَخیافی وہ بھائی بہن جن کے باپ
الگ الگ اور ماں ایک ہو۔
اَخیار بھلے لوگ۔
اُداسا بوریا بستر۔ اوڑھنا بچھونا۔
فقیروں کی اصطلاح ہے۔
اُدَبا (ادیب کی جمع)
اَدْعِیہ (دُعا کی جمع)
اَدلا ٹانگ کا بے ریشہ گوشت۔
ادلا بدلا
ادنا
اُدوان، ادوائن۔
اَدْوِیہ (دوا کی جمع)
اُدھم
اَدھن
اَدھنّا
اَدھیلا
اَڈّا
اِڈیٹر
اِڈیسن
اِڈیشن
اِڈیشنل
اِذعان یقین کرنا۔

اَذْفَر خالص۔ ہر وہ چیز جس کی
بُو تیز ہو، جیسے: مُشکِ اذفر۔
اَذکار ذِکر کی جمع۔
اِذْن اجازت، حکم۔
اَذہان ذہن کی جمع۔
اَذِیّت تکلیف، دُکھ۔
اراروٹ
اَرْبَع چار۔ ۔
اَربَعین چالیس۔
اِرتباط میل جول۔
اِرتحال مرجانا۔
اِرتعاش کانپنا، رعشہ۔
اِرتفاع بلندی۔
اِرْث ترکہ۔
اَرذَل بہت گھٹیا، بہت کمین
آدمی۔
اَرغَوان سرخ رنگ، سرخ پھول۔
اَرگجا ایک مرکّب خوش بو۔
اَرَنی
اڑتالیس
اڑتیس
اَڑواڑ
اَڑیَل
اِزالہ دور کرنا، زائل کرنا۔
اِزْدِحام بھیڑ، ہجوم۔

اَزْرَق نیلا رنگ، وہ شخص جس
کی آنکھ کنجی ہو۔
اَزہَر بہت روشن۔
اژدر
اژدہا
اَژدھات سونے، چاندی، پیتل،
تانبے، رانگ، جست وغیرہ
سے مرکّب دھات۔ مضبوط۔
ٹھوس۔
اِسپشل
اُسترہ
اِسحاق
اَسرار (سِرّ کی جمع، بھید)
اِسکول
اَسلحہ جات
اسماعیل
اَش اَش
اُشغَلا فساد والی بات۔
اَصالت
اِصرار تاکید، ضد تکرار۔
اُصطرلاب
اِصطَبل، اَصطَبل
اَصلا ہرگز، کسی طرح
اِضطِرار بے اختیاری، زاری۔
اِضمحلال پژمردگی

اِطریفل
اَطلس
اِعتِذار عذر کرنا۔
اُعجوبہ انوکھا، عجیب۔
اعزّا، اعزّہ
اعلا
اَعما اندھا۔
اِغماض چشم پوشی، بے پروائی۔
اَغن (نام)
اَفزایش
اُفوّہ
اَقصا
اِکّا
اکاؤنٹنٹ
اِک درا
اِکسپورٹ
اِکسٹرا
اِک منزلا
اِکیس
اگرئی
اِگزامنر
اِلاچی، الائچی
اَلاؤ
الاونس
اِلتِباس شک پڑنا۔

اُلجھاو
اِلحاح التجا، خوشامد۔
اَلحذر پناہ، الامان۔
اَلسیٹھ
السیشین
اَلعظمۃ للہ
اَلغوزا
اَلف لیلہ
اِلّذی نہ اَلّذی
اللہ
الٰہ
الٰہی
اِلٰہیات
اِلٰہیہ
اِمالہ
امام باڑا
امانتاً
اَمبالہ
امبر
اِمپائر
اِمپورٹ
امپیریل
اَمتُ الزّہرا
اَمچُور
امراوتی

امروہہ
اَنا البحر
انا الحق
اناونسر
اِنبساط خوشی۔
اَنبوہ ہجوم۔
اَنبیا نبی کی جمع۔
اُنتالیس
اُنتیس
اُنتّی
اندرایَن، اندرائن
اَندرسا
انگارا
انگیا
اُنھتّر
اُوَرکوٹ
اولوالابصار
اَودبلاو
اَولا بہت بہتر، بہت مناسب
اُولا
اہرام مصر
ایجوکیشن
ایجی ٹیشن
ایڈریس
ایڈوکیٹ

ایڈی کانگ
ایذا
ایریر
بابت
باٹ   اوزان، راستہ۔
باٹا
باجا
باجپئی
باجرا
بارہ، بارھواں، بارھویں، بارھوں
بارہ دری
باڑ   جھاڑ بندی، جیسے کانٹوں کی باڑ۔
باڑا (جیسے امام باڑا)
باڑھ   دریا کی طغیانی، سیلاب، تلوار وغیرہ کی دھار، فوجی سپاہیوں کی صف، کئی بندوقوں یا توپوں کا ایک ساتھ فیر۔
بازُو، بازوؤں
باشہ   ایک شکاری پرندہ۔
باعث   سبب۔
بانٹ، بانٹنا
بانہہ، بانہیں
باو   ہوا۔
باوگولا   قولنج کا درد۔

باوٹا
باولا، باولی، باولے
بائبل
بائیس
بائیسکل
بائیکاٹ
بتاشا
بتّیس
بٹّا
بٹنا، بٹانا، بٹوانا
بٹائی، بٹوائی، بٹوارا
بجائے
بجرا
بِچارا
بچاو
بچکانا
بِچّھو، بچّھوؤں
بِچھوا، بِچھوے، بِچھووں
بخشائش
بخیہ، بخیے
بدر الدّجا
بدلا
بَدیہہ   ظاہر، برجستہ۔
بَذل   بخشش۔
بَذلہ   لطیفہ، سخنِ مرغوب۔

بَرات
بُرادہ
برامدا
بَراءت   بیزاری، بچاو، صفائی، چھٹکارا۔
برائے   لیے، واسطے۔
بَرتا
برتاو
برخاست، برخاستگی
بَردَہ   غلام۔
بَرزَخ
بَرشکال   برسات۔
بَرص   ایک بیماری۔
بُرقع، بُرقعے، برقعوں
برقنداز
بَرگا
برگیڈیر
بَرما
بڑھئی
بزّاز، بزاز
بُزدلا
بَزَریا
بِساط
بِساطی
بَستہ

بسوا
بسولا
بُشرا
بَطحا
بغیا
بقاءاللہ
بقایا
بُقچہ
بُقعہ زمین کا وہ ٹکڑا جو اور ٹکڑوں سے ممتاز ہو۔ جگہ۔
بقیّہ
بکاولی
بگلا
بگولا
بلّا
بُلبُلا
بُل عجب
بُل فضول
بُل ہوس
بمبوق
بناو سنگار
بنجارا
بُندا
بنفشہ
بنگلا

بنگلیا
بُننا
بنَولا
بنہگی
بُوا
بُوانا
بورڑوا
بھابی
بھارتیہ
بھاگیہ
بہاو
بھاوتاو
بہاءالدین
بھبّڑ
بھبک، بھبکنا
بھبکا، بھپکا
بھبکانا
بھبوت
بھبوکا
بھپارا
بھتّا
بھٹّا
بُھٹّا
بھٹّی
بھٹّی

بھٹیارا
بُھجنگا
بھجیا
بھچ بھچانا
بھراو
بھرتا
بھروسا
بھقر بھقر
بھکاری
بُھل بُھل
بھل بھل
بھل، بھلانا
بھل منسئ
بھنبوڑنا
بھنبیری
بُھنکنا، بُھنکوانا، بھونکنا
بہو، بہوئیں، بہوؤں
بھوبل
بھوچکّا
بھوسا
بھوں، بھویں، بھووں
بھونپو
بھونچال
بھئی بھائی کا مخفف۔
بھیجا مغز، سر۔

بھیچنا
بھیک
بَیپار، بیوپار
بَیپاری، بیوپاری
بیچ بچاو
بِیئر
بیروں جات
بیڑا
بیگھا
بیشہ جنگل، بیابان۔
بَیضا روشن، سفید۔
بَیضہ انڈا۔
بیلا خیرات، ایک باجا، ایک خوش بودار پھول، وہ جنگل جو دریا کے کنارے ہو۔
بے مایہ
بے مایگی
بیورا
بیوہار
پاتابہ، پایتابہ
پَیتابہ وہ چمڑا جس کو جوتے میں رکھتے ہیں۔
پارا سیماب۔
پارچہ جات

پارلی منٹ
پارہ ٹکڑا، ریزہ۔
پارینہ پُرانا۔
پاڑ جس پر بیٹھ کر معمار کام کرتے ہیں۔
پالا
پالیسی
پانسا
پانْو، پانوؤں
پانیر
پاو سیر کا چوتھائی حصہ۔
پاوڈر
پاونڈ
پائنتی
پائنچا
پاؤ (پاءُو) پانا کا فعل ۔
پائیے (پاءِیے)
پاے بند
پاے بوس
پایتابہ، پاتابہ
پاے تخت
پایجامہ
پایدار
پایداری
پاے دان
پاے گاہ

پایَل، پائل
پاے مال
پایندہ، پایندگی
پایہ، پایے، پایوں
پبلشر
پپوٹا
پپیتا
پتا
پتّا
پتّا
پُتلا
پتنگا
پتھراو
پَتیلا
پٹا ایک قسم کے فنِ سپہ گری کا نام
پٹّا وہ تسمہ یا حلقہ جو پالتو جانوروں کے گلے میں ڈالتے ہیں۔ وہ دستاویز جو کاشت کار، زمیندار کو لکھ کر دیتا ہے — ٹھیکے داری کی دستاویز۔
پٹّے سر کے دونوں طرف لٹکے ہوئے بال۔
پٹاخا
پٹارا
پٹاو

پَٹکا
پٹنہ شہر کا نام
پَٹھا نو عمر، نوجوان۔ پہلوانوں کی اصطلاح میں شاگرد۔ گھوڑے وغیرہ کا جوان بچّہ۔ رگ پٹّھا۔ وہ موٹا کاغذ جو کتاب کی حفاظت کے لیے چڑھا دیتے ہیں۔ سر کے بال جو اِدھر اُدھر چھوٹے رہتے ہیں (دہلی سے مخصوص ہے)
پَٹوا
پَٹیلا
پُٹین
پچ درا
پچ گوشیا
پچ لڑا
پچ محلا
پچ منزلا
پُچارا کوچی، بُرش، جس سے پوتتے ہیں۔ دھوکا۔
پچانوے
پچاسی
پچھتانا
پچھتاوا
پچھوا پچھم کی ہوا۔
پچھیاو

پچھوانا دریافت کرانا۔
پذیر، پذیرائی
پذیرفتن
پُرا محلّہ، بستی۔
پَرا صف، گروہ، غول۔
پرارتھنا
پراگندگی
پراگندہ
پرائمری
پرائیوٹ
پَرتلا
پرچہ
پَرچھاواں
پَرچھائیں
پَردہ
پُرسا
پَرکالہ
پرگنہ
پرمیشور
پرنالا
پُروا
پَروا
پَروانہ جات
پروفیسر
پریسیڈنٹ

پریکٹس
پڑاقا
پڑاو
پَڑوا
پڑوس
پڑوسی
پڑوسن
پُڑیا
پژمُردہ
پستہ
پُستئی
پَسُندا
پَسنگا
پسینا
پُشتارہ
پُشتہ
پشمینہ
پشواز
پَشّہ مچھّر۔
پَلّا فاصلہ، چادر وغیرہ کا آنچل، دامن یا کپڑے کا کنارہ۔ ٹوپی کا ایک بازو۔ سر کا بوجھ۔ تھیلا جس میں مزدور غلّہ وغیرہ بھر کر سر پر لے جاتے ہیں، اسی لیے ایسے مزدور کو ”پلّے دار“ کہتے ہیں۔

پلّا
پُلاو
پلاؤ (پلاءُ)
پُلندا
پلّہ درجہ، مرتبہ، ترازو کا پلّہ۔
پُلیا
پنّا ایک سبز رنگ کا جواہر۔
پُنبہ روئی۔
پن بھتّا
پنجہ
پنچایت
پنچایتی
پن سیرا
پوائنٹ
پلوتا
پوتا
پوچھنا
پولیٹیکل
پونچھنا
پہ "پر" کا مخفف۔
پہاڑا
پھانس
پھانسی
پھاوڑا
پھاہا

پھپس
پھپولا
پھپوندی
پھٹ پھٹانا
پھٹ پھٹیا
پھدپھدانا
پھرپھرانا
پھرہرا، پھریرا جھنڈا۔
پھریری
پھڑپھڑانا
پھل جھڑی
پہنچ
پہنچنا
پہنچا
پہنچی
پھنسنا، پھنسانا، پھنسوانا
پھنکنا، پھنکوانا، پھینکنا،
پھینک پھانک
پھُنکنا، پھُنکوانا، پھونکنا۔
پھُنکنی
پھُوا
پھُوار
پھوپا، پھوپی
پھوہڑ
پہیا، پہیے، پہیوں

پھیپڑا
پھیکا
پھیکی
پیادہ
پیالہ
پیاؤ (پیاءُ) پانی پینے کی جگہ۔ سبیل۔
پپیا
پیتابا وہ چمڑا جس کو جوتے میں رکھتے ہیں۔
پینترا
پیدائش
پیرایہ، پیرایے، پیرایوں
پیسا
پیمائش
پینتالیس
پینتیس
پینٹھ
پینٹھ
پیے، پیو، پییں
تارا
تازیانہ کوڑا۔
تاشا
تالا

تانگا
تانے تشنے
تاؤ حرارت، تیز آنچ، غصہ، پیچ و تاب۔
تاؤ (تاءُو) چچا۔
تاؤ (تاءو) تانا کا فعل۔
تبادلہ
تبارا
تباشیر
تبرّا
تپاں
تپش
تپنچہ
تتمبا لفظی تکرار۔
تتمّہ خاتمہ، ضمیمہ، ہر چیز کا آخر۔
تثلیث تین حصّوں میں تقسیم کرنا۔ عیسائی مذہب کے مطابق خدائے واحد کی وحدانیت کی تین شاخیں۔
تثنیہ دو کرنا، جیسے طرف سے طرفین۔
تحت الثّرا
تحریف بدل کر کچھ کا کچھ کر دینا۔
تحشیہ حاشیہ لکھنا۔
تختہ
تخلیہ
تخمیناً

تخئیل
تذبذب شک و شبہہ۔
ترارا
تراہا
ترائی
ترپولیا
ترُئی
تڑاق
تڑاق پڑاق
تڑاقا
تزکیہ پاک کرنا۔ پاکی۔
تزویر مکر، فریب۔
تزئین آراستہ کرنا، آرایش۔
تسالا
تسامح سہو، بھول۔
تساہُل سستی، غفلت۔
تسلا
تسمہ
تشت
تشتری
تصحیح صحیح کرنا۔
تصریح واضح طور پر بیان کرنا۔
تضحیک ہنسی اڑانا۔
تضییع ضائع کرنا۔
تعالا جیسے: خدائے تعالا۔

تعرّض روکنا، مزاحمت۔
تعریض اشارے کنایے میں اعتراض کرنا۔
تعزیت
تعزیر
تعزیہ
تعلّی
تعویذ
تعیین مقرر کرنا، مخصوص کرنا۔
تغئیر بدل دینا
تفحّص تلاش۔
تفویض سونپنا۔
تقاضا
تقریظ کسی کتاب کے متعلق رائے دینا۔ (عموماً تعریفی رائے سے مراد ہوتی ہے)۔
تقوا
تکّا بوٹی
تکّا
تکذیب جھٹلانا۔
تکلا
تکمہ
تکونا
تکونیا
تلاطُم

تلاو تالاب۔
تلمیح کلام میں کسی واقعے یا قصّے کی طرف اشارہ کرنا۔
تلمیذ شاگرد۔
تلنگا
تلوا، تلوے، تلووں
تلوائی، تلائی
تلوان
تماچا، تمانچا
تمازت گرمی۔ تیز گرمی۔
تماشا
تماہا
تمباکو
تمبو
تمتّع فائدہ۔
تمثال
تمثیل
تمغا
تمنچا
تمنزلا
تمئیز
تمیزن نام۔
تنازع جھگڑا۔ باہم جھگڑا کرنا۔
تناقض ایک دوسرے کی ضد ہونا۔
تناو

تنبورہ
تنبیہ
تنقیح کسی چیز کو زوائد اور عیوب سے پاک کرنا۔ تحقیق، تفتیش۔
تنقیص اعتراض کرنا۔ نقص نکالنا۔
تنقیہ صاف کرنا۔ جیسے تنقیۂ دماغ۔ آنتوں کو صاف کرنے کے لیے جلاب لینا۔
تنکا
تنوّع طرح طرح کا۔ گوناگوں۔
تنہ جڑ کی طرف سے درخت کا وہ حصّہ جہاں تک شاخ نہ نکلی ہو۔
توأم جڑواں۔
توبڑا
توبہ
توتا
توتیا
توجیہ وجہ بیان کرنا، دلیل لانا۔
تودہ
توشہ
توضیح وضاحت کرنا۔
تولا
تولیا، تولیے، تولیوں
تہ
تہ کرنا

تہ دار
تھانا
تھاہ
تھتانا
تھتکار
تھتکارنا
تہذیب
تہران
تہس نہس
تھکا ماندا
تھک تھکانا
تھکم تھکّا
تھگلی
تہلکہ
تہماسپ
تہمت
تہمد، تہ بند
تھوا
تھوتن
تھوہڑ
تہیہ
تیار، تیاری
تیجا
تینتالیس
تینتیس

تیرہ
تیرہ سیاہ۔
تیرہ و تار اندھیرا، تاریک۔
تیشہ
تیغا چھوٹی، چوڑی تلوار۔
تیغا کرنا دروازے یا محراب کو اینٹ پتھر سے بند کر دینا۔
تیور
تیوری
تیوہار
تیہا
تیئیس

ٹانکا
ٹانکنا، ٹنکانا، ٹنکوانا،
ٹنکائی، ٹنکوائی
ٹائل
ٹائٹل
ٹخنا
ٹرخانا، ٹرکانا
ٹڑھ مُنہا
ٹھسّا
ٹکا
ٹکاؤ (ٹکاءو)
ٹکراو

ٹکھائی
ٹکیا
ٹوٹکا
ٹولا محلّہ، بستی۔
ٹھاٹ
ٹھاٹر
ٹھانسنا، ٹھونسنا، ٹھُنسنا۔
ٹھُنسانا، ٹھنسوانا، ٹھنسنا،
ٹھونس ٹھانس
ٹھانو جگہ۔
ٹھپا
ٹھٹ
ٹھٹرنا
ٹھٹک، ٹھٹکنا
ٹھٹول
ٹھٹیرا
ٹھنٹ
ٹھنڈ، ٹھنڈا
ٹھوکنا زدوکوب کرنا۔
ٹھونٹ
ٹھونکنا، ٹھُنکنا، ٹھنکوانا
ٹھہراو
ٹھہرنا
ٹوہ
ٹہوکا

ٹھیٹ
ٹھیکرا
ٹھینٹی
ٹیکا
ٹیلی ویژن
ٹُیاں
ثقات ثقہ کی جمع۔
ثقاہت ثقہ ہونا۔
ثقہ معتبر آدمی، جس کے قول و فعل پر اعتماد ہو۔
ثمن قیمت، مول۔
ثناءُ الحق
ثناءُ اللہ
جاذِب جذب کرنے والا، کھینچنے والا بلاٹنگ پیپر۔
جامہ
جانچ، جانچنا، جنچنا، جنچوانا
جانگ، جانگیا
جاے نشین جانشین۔
جُبلی
جَبہہ پیشانی۔
جتھا
جحیم دوزخ۔

جُذام کوڑھ۔
جُذامی کوڑھی۔
جَذْب
جَذْر حساب کی اصطلاح۔
جُرأت
جرح
جَرگہ
جُرعہ گھونٹ۔
جَڑاؤ (جڑاءو)
جُڑواں
جُز
جُزئی، جُزئیات
جَزْر سمندر کے پانی کا اُتار۔
جُزو
جُزوی
جِزیہ
جغرافیہ
جگن ناتھ
جگہ
جُلاہا
جمال گوٹا
جماو "جمانا" کا حاصل مصدر۔
جماؤ (جماءو) جمانا مصدر کا فعل۔
جماہی
جمعِیّت

جَنیو
جُوا
جُوار
جُواری
جُوالا
جوڈیشل
جونیر
جُویندہ ڈھونڈنے والا۔
جھابا
جھانج
جھانجن
جھانجیں
جھانسا
جھانکنا، جھنکوانا
جھانواں
جھجّر
جھجک، جھجکنا
جِھرجِھرا
جُھرجُھری
جھروکا
جُھکاو جیسے: اُن کا جُھکاو کدھر ہے؟
جُھکاؤ جُھکانا مصدر کا فعل۔
جھل جھل
جُھل جُھل
جھل جھلانا

جھل جھلاہٹ
جَھما جَھم
جِھنجری
جُھنجلانا
جُھنجلاہٹ
جھنجوڑنا
جَھن جَھنانا
جُھن جُھنا
جِھنجی
جھوٹ
جُھونپڑا، جھونپڑی
جُھونج
جُھونجل
جُھونک، جھونکنا، جھونکا
جھپکنا
جُنبی
جیب
جِیا، جِیے، جِییں، جِیو
چادرا
چارا جانوروں کی خوراک۔ وہ چیز جسے مچھلی کے شکار میں، کانٹے میں لگا دیتے ہیں تاکہ مچھلی اُس کو پکڑ کر، شکار ہو جائے۔
چارہ علاج، تدبیر۔

چالیس
چانپ
چانٹا
چاو ارمان، ناز، نخرا، تمنا۔
چاولا جیسے: امرناتھ چاولا۔
چاؤں چاؤں شور غل۔
چاے
چبوترا
چبینا
چٹخارا
چُٹکلا
چراہند
چربہ
چرخہ
چرکا
چڑھاو جیسے: اُتار چڑھاو۔
چڑھاؤ (چڑھاؤو) چڑھانا مصدر کا فعل۔
چسکا
چُغا
چکتا
چکلا
چکما
چکنئی
چُکوتا

چکئی
چلّا کمان کی تانت۔ انڈے کا چلّا۔
چلغوزہ
چلّہ چالیس دن کی مدت۔ چالیس دن کی گوشہ نشینی، اور وظیفہ خوانی۔
چمبل
چمپا
چمپئی
چل چلاو
چمپین
چمچہ
چُناو
چندا ماموں
چندہ مانگنا
چوالیس
چُوانا
چوبغلا
چوپارا
چوپڑا جیسے: بشن لال چوپڑا۔
چوحدا
چوراہا
چورستا
چوڑاو
چوزہ

چوطرفا
چوکا
چوگوشیا
چومحلا
چونا
چونتیس
چونچال
چھاپا
چھاچھ
چھالا
چھالیا
چھانٹنا، چھنٹنا، چھنٹوانا، چھنٹائی۔
چھانو
چھاونی
چھبنا
چھٹنا جیسے: بادل چھٹنا۔
چھجا
چھچلا
چھچھورا
چھچھوندر
چہچہہ، چہچہے
چھُہرہ
چھڑکاو جیسے: سڑک پر چھڑکا خوب ہوا۔

چُھنّا، چھنّی
چھنٹاو
چُھننا
چُھوا، چھوئی، چھوئے
چھوئی موئی
چُھوارا
چُھوانا
چُھوچک
چِھچھے
چھیتر
چھیچھالیدر
چپیدہ
چیرا پگڑی۔
چیرہ غالب۔
چیلا
چیلا
حاذِق ماہر، کامل۔
حامی مددگار۔
حائل بیچ میں آنے والا۔ آڑ۔ روک۔
حَبّذا کلمۂ تحسین: واہ واہ۔
حُجرہ
حَجلہ دُلھن کا چھپرکھٹ۔
حَجم جسامت، جُثّہ۔ مُٹائی۔
حدیقہ باغ (جس میں چہار دیواری ہو)۔

حَذَر پرہیز، بچاو۔
حَذف دور کرنا۔ لفظ سے کسی حرف کو یا عبارت سے کسی لفظ کو کم کر دینا۔
حِربا گرگٹ۔
حَربہ آلۂ جنگ۔
حِرز تعویذ۔
حریرہ
حَزم ہوشیاری، احتیاط، دور اندیشی۔
حُزن غم۔
حُسنا نام۔
حِصار قلعہ، شہر پناہ۔
حِصَص "حصّہ" کی جمع۔
حِصّہ بَخرہ
حَضَر سفر کے خلاف، ایک جگہ کا قیام۔
حَضیض گڑھا، نشیب۔
حَظ عیش، مزہ۔
حَظیرہ قبرستان کی چہار دیواری۔
حلوا
حُلیہ
حمائل
حمایتی
حَوالات
حوالہ جات

حَوض
حَوضہ ہاتھی کی عماری۔
خاکا
خاکینہ
خُتکا انگوٹھا، ٹھینگا۔ بھنگ گھوٹنے کا آلہ۔
خدمت گزار
خُرد چھوٹا۔
خُردہ عیب۔ ٹکڑا۔ ریزگاری۔
خُرسند خوش۔
خُرسندی
خُرّم، خُرّمی
خُرما چھوارا۔
خَریطہ تھیلی۔
خَزَف ٹھیکری۔
خَسارہ
خَستہ
خَمیازہ انگڑائی۔ بدلا۔ پشیمانی۔
خواستگار
خوانچہ
خواہ مخواہ
خوشنود
خوشہ گچھا۔
خَوض غور و فکر۔

خوناب
خوِیش اپنا۔
خیّاط درزی۔
خَیر سلّا
داخل
داخلہ
دادرا
داروغہ
داعِیَہ خواہش، اجارہ، زور۔
دانتاکِل کِل
دانّو
داہنا
دائر
دائرہ
دائم
داؤد
دائیں بائیں
دباو دبانا کا حاصل مصدر۔
دباؤ دبانا کا فعل۔
دبدبہ
دُبدھا
دَتّا جیسے: ہرنراین دتّا۔
ددوا
دُدّھی
دَرپے

درجہ
درخواست
درگذر کرنا
درگزرنا
درماندہ
درماہہ
درندہ
دُرّہ چمڑے کا کوڑا۔
دَرہ، دَرّہ گھاٹی۔
دریا
دریچہ
دَریز کپڑا۔
دریسی
دریغ افسوس۔
داڑھ منڈا
دَڑھیل
دَڑیڑا
دِساوری
دَستانہ
دستاویز
دَستہ
دسہرا
دعوا
دَغدَغا چھوٹی قندیل، دمکتا ہوا۔
دَغدَغہ خوف۔

دفعتاً
دَفعہ ایک دفعہ۔ دفعہ ۴۲۰۔
دَفعِیَہ
دفینہ
دقیانوسی
دقیقہ
دُگنا، دوگُنا
دل آرا
دل آرام
دل آویز
دُلار
دُلارا
دلاسا
دُلائی
دلائل
دل پذیر
دُلما ایک قسم کا کھانا۔
دُلھن
دلیا
دُنبہ
دندانہ
دوآبہ
دوات
دُوار
دِوالا

دِوالیا
دوانّی
دوبارہ
دوبالا
دوپٹّا
دوپلّا
دوپلّی
دوپیازہ
دوچار
دُودھیا
دُوراکرنا
دورُخا
دُور دُورا
دورنگا
دوروَیہ
دُوسا
دوسالہ
دوسوتی
دوشاخہ
دوشالہ
دوشنبہ
دوطرفہ
دوغلا
دوفصلا
دوگانہ دو رکعت نماز۔ شکرانے کی دو رکعت نماز۔
دوگونہ دو قسم کا۔
دومحلا
دومنزلا
دومُنہا
دَونا
دُونا
دونسلا
دونوں
دوہتّڑ
دوہتّی
دِہات، دیہات
دَہانہ
دُہائی
دھبّا
دَھچکا
دُہرا
دُہرانا
دہریا
دَھل دَھلانا
دِہلیز
دُھند، دھندلا
دھندلکا
دُھواں
دُھواں دھار
دُھوانسنا
دُھویں میں
دَھونکنا
دَھونکنی
دیجیے
دیجیو
دیدہ و دانستہ
دیرینہ
دیکھیے (دیکھ یِ یے)
دیگچہ
دَیوَٹ
دِیے دینا کا فعل، جیسے: سو روپے دیے۔
دِیے "دیا" بہ معنی چراغ کی جمع۔
ڈاکا
ڈاکو، ڈاکوؤں
ڈاکیا، ڈاکیے، ڈاکیوں
ڈانٹ، ڈانٹنا، ڈانٹ ڈپٹ
ڈانواڈول
ڈائرکٹر
ڈِبّا
ڈُباؤ (ڈُباءُو) جیسے: یہ پانی ہاتھی ڈُباؤ ہے۔
ڈبیا

ڈپارٹ منٹ
ڈپازٹ
ڈپو
ڈراما
ڈراونا
ڈرائور
ڈزائن
ڈکوٹا
ڈلا
ڈلیا
ڈنکا
ڈوریا
ڈولا
ڈونگا
ڈویژن
ڈھاٹا
ڈھا دینا
ڈھانا
ڈھانپنا
ڈھانچا
ڈھانکنا
ڈھپالی
ڈھکن، ڈھکنا، ڈھکنی
ڈھکوسلا
ڈھلاو

ڈھونڈ
ڈھونڈنا
ڈھٹی دینا
ڈھیا
ڈھیٹ
ڈھینکلی
ڈیرا
ذات
ذاکر
ذائقہ
ذبح
ذبیحہ
ذخیرہ
ذرا
ذرّہ
ذرّیت
ذقن
ذکا
ذکاوت
ذکاءاللہ
ذکی
ذکیہ
ذم بُرائی، مذمّت۔
ذمّہ

ذمّے دار
ذوالجلال
ذوالفقار
ذوالقرنین
ذومعنیین دو معانی والا (لفظ)۔
پہلو دار بات۔
ذیابیطس
راجا
راجیشور
راجیہ
راستہ
راشٹریہ
راماین، رامائن
راو جیسے: راجیشور راو۔
راوٹی
راونڈ
راہ گذار راستہ۔
راہ گذر
رائتا
رائٹر
رائفل
رائے
رائے بہادر
رائے بیل

رائگاں
ربیع
ربیع الاوّل
ربیع الآخر
رَپَٹ
رپورٹ
رُپہلا
رُپہلی
رَتوندھا
رَتوندھی
رجواڑا
رِحلت
رَحم مہربانی، ترس۔
رِحم بچہ دان۔
رَخم چاولوں کا کچا حلوا۔
رحمان
رحمتُ اللعالمین
رحمۃ اللہ علیہ
رُخصتانہ
رَخنہ
رڈا
رذالا کمینہ، کم ذات۔
رذالت کمینہ پن۔
رذیل سفلہ، کمین، کم ذات۔
رَزمیہ

رزولیوشن
رزیڈنٹ
رزیڈنسی
رَستہ
رسوئی
رسوئیا
رَضاعت بچوں کو دودھ پلانا۔
رَضائی بھائی دودھ شریک بھائی۔
رِضوان جنت کے داروغہ کا نام۔
رَطب ویابس تروخشک، بُرا بھلا۔
رعایتی
رفت وگذشت
رفع دفع
رفع شر
رُقعہ
رُکاو
رَکشا
رُمالی پایجامے کی رُمالی۔
رَمنا چراگاہ، شکارگاہ۔
رنڈسالا
رنڈوا
رُوال
روآں
روئیں دار
رُوانسا

روپیا، روپے
روزمرہ
روزنامچہ
روزہ
روزینہ
روضہ
رُوکھا
رُکھائی
رُلانا
رَونا
رومال، رومالی
رومتُ الکبرا
رونگٹا
روئیداد، روداد
رَوَیّہ
رہائش
ریڈیکل
ریزگاری
ریہ
زاویہ
زائچہ
زائر
زبرجد
زبُور ایک آسمانی کتاب۔

زبوں خراب، تباہ، عاجز۔
زٹل
زجر جھڑکی، دھمکی۔
زچّہ
زخّار جیسے: بحرِ زخّار۔
زرتشت
زردا
زکات
زکریّا
زُلال صاف پانی، میٹھا پانی۔
زنّار جنیو۔
زنانا زنخا۔
زنانہ مکان
زنانہ مدرسہ
زنجیرہ
زنخا
زَہرا حضرت فاطمہ کا لقب۔
زہراب زہر ملا ہوا پانی۔
زہر مُہرہ
زُہرہ ایک ستارہ۔
زَہرہ پِتّا۔
زیبایش
زیرہ
ژالہ اُولا۔

ژَرف گہرا۔
ژولیدہ اُلجھا ہوا، درہم برہم، پریشان۔
سابُودانہ
ساٹن کپڑا۔
سادھوؤں سادھو کی جمع۔
ساعی کوشش کرنے والا۔
سانٹھ، سانٹھ گانٹھ، سانٹھنا۔
سانچّا
سانحہ حادثہ۔
ساوتھ
ساونڈ
ساہتیہ
سائڈ
سائکل
سایا ایک پوشاک۔
سایبان
سایہ، سایے، سایوں
سَبا ملکہ بلقیس کے دارالحکومت کا نام۔
سُبحہ تسبیح۔
سَبع سات۔
سبھاو
سِتارہ

ستائیس
ستایش
ستایشی
سترّہ، سترھواں، سترھویں،
سترّھوں
سُتواں
ستوانْسا
سُتھراو
ستیہ کام
ستیہ جیت
ستیہ گرہ
سَتّا
سحاب بادل۔
سُدّہ
سُدھ بُدھ
سرائے
سَردہ ایک پھل۔
سرکہ
سرگذشت
سرمایہ، سرمایے
سُرمہ
سُرمئی
سِروا
سَروتا
سرھانا

سُفرہ دسترخوان۔
سِفلہ کمین۔
سَقّا
سَقابہ
سَکتہ
سِکورہ
سِکّہ
سُلفا
سوداسُلَف
سَلما چاندی سونے کے تار۔ نام۔
سلیمان
سَما آسمان۔
سَماں موقع محل، وقت، زمانہ، کیفیت، عالم، آرائش، رونق
سمبھل ایک شہر کا نام۔
سمجھوتا
سَمَک وہ مچھلی جو زیرِ زمین ہے۔
سَمَن
سِن عُمر۔
سموسا
سَموم بہت گرم ہوا۔ لُو۔
سُناونی پردیس میں موت کی خبر آنا۔
سنپولا
سنپولیا
سنپیرا

سنُترا
سنچائی، سِنچنا، سینچنا
سَندیسا
سِنکائی، سِنکنا، سِنکوانا
سِینک، سِینکنا
سَنہ
سُوا، سوئی، سوئیاں
سوارت
سِوائے
سُوتا سُوت۔
سُور
سولہ، سولھواں، سولھویں،
سولھوں
سِوَیّاں
سووی نیر
سوء بُرا۔
سوءِ ظن بُرا خیال
سوئمبر
سَہہ "سہنا" مصدر کا فعلِ امر۔
سہائے جیسے: رام سہائے۔
سہائیک، سہائک
سَہو بھول۔
سِیا، سیے، سِییں
سَیّآت بُرائیاں، گناہ۔
سَیّارہ

سیپارہ
سیدھا سادھا
سیسا ایک دھات۔
سیکڑا، سیکڑے، سیکڑوں
سینتالیس
سینتیس
سِینٹھا
سِیندور
سینیر
شاخسانہ مکر، دغا۔ حجّت، تکرار، جھگڑا۔ ڈھکوسلا۔
شاذ نادر، انوکھا۔
شاستریہ
شالا جیسے: پاٹھ شالا۔
شامیانہ
شائبہ ملاوٹ، آلودگی۔
شاید
شائستہ
شائستگی
شائیگاں
شُبْہَہ
شتابا
شَحنہ کوتوال۔
شَدّا عَلَم۔

شَصت ساٹھ۔
شطرنج
شِکارا
شُکرانہ شکریے کے طور پر۔
شَکرانا سادہ چاولوں میں شکر اور گھی ملا ہوا ہو۔
شِکرہ ایک شکاری پرندہ۔
شکر پارا
شکر خورا
شُکر گزار
شُکریہ
شُکریے
شَلوکا
شلیتا ٹاٹ کا بڑا تھیلا۔
شمبھو
شمسُ الضحیٰ
شمسُ الہدا
شِوالا
شوُرا جیسے: مجلسِ شوُرا۔
شوربا
شُورہ پُشت
شہامت دلیری۔
شُہدا شہید کی جمع۔
شُہدا بدچلن، بدمعاش۔
شُہرہ

شَے چیز۔
شیخی خورا
شیرہ
شیکسپیر
شِیوا فصیح و بلیغ، جیسے: شاعرِ شیوا بیان۔
شِیوہ طور طریق، انداز، دستور۔
صابن
صافا
صاعِقہ بجلی جو زمین پر گرے۔
صبا
صبح خیزیا وہ چور جو مسافروں سے پہلے اُٹھ کر چوری کرے۔
صَد سو۔
صَرّاف
صَرصَر آندھی۔
صَرَع مرگی۔
صریر قلم چلنے کی آواز۔
صَعب سخت۔
صُغرا
صفیر آواز۔ سیٹی کی آواز۔
صَلات نماز
صُمٌّ بُکمٌ گونگا بہرا۔
صَمصام تلوار۔

صَمیم خالص، سچا۔
صَنادید بزرگ لوگ، سردار۔
صَواب درست۔
صَواب دید صلاح۔
صوبہ جات
صَوت آواز۔
صوفیہ صوفی کی جمع۔
صَولت رُعب۔
صَوم روزہ۔
صَومَعہ عبادت گاہ۔
صَہبا شراب۔
صیّاد
صید
ضائع
ضَخامت لمبائی، چوڑائی اور موٹائی۔
ضخیم
ضَرَر نقصان۔
ضِرغام شیر۔
ضرورتاً
ضَریح مربع کوٹھی کے انداز کا تعزیہ۔
ضَلالت گم راہی۔
ضیافت
ضیاءُ اللہ

ضیاء الدین
ضَیغَم شیر۔
ضَیف مہمان۔
ضِیق تنگی، دشواری۔

طائر
طبلہ
طَرفَتُ العَین لمحہ، دم بھر۔
طَلَبہ طالب کی جمع، طالبِ علم۔
طُمطَراق کرّوفر، شان وشوکت۔
طَنطَنہ کرّوفر۔
طوٗبا
طَوعاً کَرہاً چار ناچار، مجبوری سے
طوٗلا جیسے: یدِ طوٗلا۔
طوٗمار
طویلہ
طٰہٰ
طیّار اُڑنے والا۔
طَیّارہ
طَیش

ظِل سایہ۔
ظَن گمان، خیال، رائے۔

عاشورا

عاطِفَت مہربانی۔
عائد
عبادت گزار
عبداللطیف
عُجوبہ اُعجوبہ کا مخفف، انوکھا، عجیب۔
عِذار رُخسار۔
عَذرا نام۔
عَذوبت لذّت، شیرینی۔
عُظما بڑی، جیسے: نعمتِ عُظما
عظیمن نام۔
عُقبا
علاحدہ، علاحدگی
علاقہ جات
علاءالدین
عَلَی الصَّباح صبح تڑکے۔
علی العموم عام طور پر۔
علیمن نام۔
علیٰ ھذا القیاس
عَمرو نام۔
عُمَر نام۔
عیسٰا، عیسیٰ
عیسائی

غازہ

غالیچہ
غائب
غُبارا
غَتربُود گڈمڈ، خراب، گڑبڑ
غَچّا دھوکا۔
غرارہ کرنا
غرارا پوشاک۔
غُرفہ جھروکا۔
غُرّہ مہینے کا پہلا دن۔ فاقہ۔
غِرّہ غرور۔
غَضَنفَر شیر۔
غُلّا مٹی کی گولی جو غلیل میں رکھ کر چلاتے ہیں۔
غَلّہ اناج۔
غَلتاں لوٹتا ہوا، لڑھکتا ہوا۔
غلتیدن لوٹنا۔
غُلغُلہ شہرہ، دھوم۔
غمّاز چغل خور۔
غَیظ شدید غصہ۔
غیظ و غضب

فاحش غلطی شرم ناک غلطی۔ بڑی غلطی۔
فالسہ
فالسئی

فائز پہنچنے والا، کام یاب۔
فائق اعلا، بڑھا ہوا، سب سے بڑھ کر۔
فتوا
فتیلہ بتّی۔ پٹاخے وغیرہ کا ڈورا، جس میں آگ لگاتے ہیں۔
فِتّیں چالاک، عیّار۔
فحوائے کلام انداز کلام۔
فرما
فرمایش
فرمایشی
فضیحت رسوائی، ذلّت۔
فطرتاً
فِطرہ عیدالفطر کا صدقہ۔
فطین دانا، زیرک۔
فقہ
فقیہ
فلیتا
فہمایش
فی البدیہہ فوراً، بغیر سوچے ہوئے کہنا، بات ہو یا شعر۔
فیتا
فیروزہ
قائل

قائم
قبیح بدصورت، نازیبا، قابلِ شرم۔
قتلا قاش۔
قدرتاً
قراءت
قِرطاس کاغذ۔
قُرعہ پانسا۔
قِرمزی سرخ۔
قرنا سینگ کا بگل۔
قرنفل لونگ۔
قریہ گاؤں۔
قزّاق ڈاکو، لٹیرا۔
قسائی
قشقہ تلک، جو ہندو ماتھے پر لگاتے ہیں۔
قصّاب قسائی۔
قِصاص بدلا۔ خون کا بدلا
قِصص "قصّہ" کی جمع۔
قضیہ معاملہ، جھگڑا فساد۔
قطّامہ فاحشہ عورت۔
قفس پنجرا۔
قلیہ
قمقمہ
قمیص

قنات
قُوا قوّت کی جمع۔
قورما
قہقہہ
قہوہ
قیافہ
قیف جس کے ذریعے سے رقیق چیز بوتلوں میں بھری جاتی ہے۔
قیلولہ دوپہر کو تھوڑا سا سونا۔
قیمہ
قے
کاٹ چھانٹ
کاٹھ کباڑ
کاٹھ کی ہانڈی
کاچھ دھوتی کا وہ حصّہ جو پیچھے گھرسا جاتا ہے۔
کاذِب جھوٹا۔
کارگزار
کارگزاری
کاشکے
کاگا کوّا۔
کالک
کاما
کانسا ایک دھات۔

کانسٹی ٹیوشن
کائنات
کالیستھ
کُبرا
کپڑا لتّا
کتھا
کتّھا
کٹاو
کٹرا محلہ، بستی۔
کٹورا
کچاہند
کچلا ایک دوا کا نام جو زہر ہے۔
کچھوا، کچھوے، کچھووں
کِرانا جیسے: کِرانے کی دُکان۔
کرانچی اسباب لادنے کی گاڑی۔
کُراہ سیدھی راہ کے خلاف۔
کرایہ، کرایے، کرایوں
کرتوت
کُرتا
کَردا کٹوتی، مثلاً آٹے کی چکّی والا کچھ آٹا کاٹ لیتا ہے۔
کرگھا
کرم کلّا
کریلا
کریہہ گھناونا، بُرا۔

کڑاڑا دریا کا بلند کنارہ۔
کڑھاو
کژدم بچھّو۔
کسالا سختی، رنج۔
کسٹوڈین
کسرت ورزش۔
کِسنئی
کُشایش
کلاسکی
کُلاّشِجرا
کَلاوہ سرخ اور زرد گنڈے دار رنگا ہوا کچا سوت۔
کُلھاڑی
کُلبہ چھوٹی کوٹھری جو تنگ و تاریک ہو۔
کُلچہ چھوٹی خمیری روٹی جو تنور میں پکائی جائے۔
کلسا
کلیجا
کلیسا
کُلّیہ
کمبوہ
کمپاونڈ
کم خواب ایک کپڑا۔
کمرا
کملیشور

کنارہ
کُندا بندوق کی وہ سہ گوشہ لکڑی جس میں گھوڑا اور نال جڑے ہوتے ہیں۔ پاجامے کی لمبی تین گوشوں کی کلی۔
کَندہ کھدا ہوا، نقش کیا ہوا۔
کُندہ موٹی لکڑی کا ٹکڑا۔
کنکوّا، کنکوّے، کنکوّوں
کنگورا
کنگھا
کُنوارا، کُنواری
کُنواں، کُنویں، کُنووں
کُتّیاں
کُنوَر
کُنہ حقیقت، بات کی تہ۔
کوّا، کوّے، کوّوں
کوارٹر
کوپل
کوچ روانگی۔ ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا۔
کُوکا
کونچ وہ موٹا پٹھا جو انسان کی ایڑی کے اوپر اور چارپایوں کے ٹخنے کے نیچے ہوتا ہے۔
کونچیں کاٹنا

کوند، کوندا
کہ "کہنا" کا فعلِ امر۔
کھاتا
کھاجا
کھانپ
کھانچا
کھانسنا
کھتا
کھرونچا
کھڑانو
کھڑانووں، کھڑانویں
کھڑوا، کھڑوے، کھڑووں
کھس پھس
کھسر پھسر
کھک مفلس، خالی
کھکل
کھکوڑنا
کھکیڑ
کھمبا
کھتا ناموں کا جز، جیسے: رام لال کھتا گانچا
کھنچنا، کھنچانا
کھنچوانا، کھنچاو، کھنچاوٹ
کھنکارنا
کھنکنا
کھن کھنانا

کھونپ
کھونٹا
کھونٹی
کھونچا
کھونسنا
کھینچنا
کیا، کیے
کیاں
کیجیے، کیجیو
کیچوا
کیرکٹر
کیسہ
کیشیر
کیلا
کیمپ
کینچلی
کیوڑا
کیونکے بہ معنی کیوں کر۔
گانٹھ، گانٹھنا
گانو، گانوؤں
گاو
گاودی
گائے، گائیں، گایوں

گاہک، گاہک
گبرو
گتا
گتکا
گتھنا، گتھوانا، گتھواں،
گتھ جانا
گٹا
گٹکا
گٹھا
گٹھاو
گٹھنا، گٹھانا، گٹھوانا، گٹھائی،
گٹھوتی، گٹھوائی
گجی
گذاشتن چھوڑنا۔
گذراں گزرتا ہوا۔
گذرگاہ گزرنے کی جگہ۔ راستہ۔
گذشتن گزرنا۔
گذشتگان مرے ہوئے لوگ۔
گذشتہ گزرا ہوا۔
گراونڈ
گردنا بہت موٹی گردن۔
گرستی، گرستن
گرمایش
گروی
گریجویٹ

گڈریا چرواہا۔
گزارا
گزاردن ادا کرنا، پیش کرنا۔
گزارش عرض، بیان، درخواست۔
گزارنا
گزران
گزر بسر
گزرنا
گکھرو، گوکھرو
گلائی
گلاوٹ
گولائی
گلگلا
گلہ شکایت۔
گلّہ جھنڈ، غول۔
گملا
گنجایش
گندا غلیظ، ناپاک۔
گنڈا
گنڈاسا
گنیا جس سے معمار کام کرتے ہیں۔
گوالا
گوتھنا
گورکھ دھندا
گہار

گھاس
گھسیارا
گھاو
گھایل، گھائل
گھٹنا، گھٹانا، گھٹوانا
گھوٹنا
گھچ پچ
گھِراو
گھگو
گھگّی
گھگیانا
گھماو پھراو
گھناونا، گھناونی
گھنگچی
گھنگرو
گھنگریا
گھنگنیاں
گھنگولنا
گھونٹنا گلا گھونٹنا۔
گھونسا
گھونسلا
گھونگا
گھونگٹ
گھونگر
گھئی

گھیّاں
گئو
گئودان
گئوشالا
گئوہتیا
گیارہ، گیارھواں، گیارھویں،
گیارھوں
گیاں
لاسا
لال سرخ، ایک چھوٹا سا خوش آواز
پرندہ۔ ناموں کا جز، جیسے:
جواہر لال، لال بہادر۔
لالا جیسے: لالا درگا پرشاد۔
لالہ ایک مشہور پھول۔
لٹاؤ لٹانے والا۔
لچکا
لچھی
لذّت
لذیذ
لفافہ
لقلقہ رعب داب، حوصلہ۔
لقمان
لکھیے، لکھیو
لگاو لگانا کا حاصل مصدر۔

لگاؤ لگانا کا فعل۔
للہ (للّٰہ)
لمباو
لنگوٹا
لنہگا
لُہار
لُوٹا
لہذا
لہریا، لہریے، لہریوں
لَیت و لَعَل ٹال مٹول، بہانہ۔
لیجیے، لیجیو
لَیلا
لَیلۃُ القدر
لیئے
لیے فعل، جیسے: اُس نے روپے لیے۔
لیے حرفِ جار، جیسے: میرے لیے۔
مآثر اچھے آثار، اچھے کام۔
مابہِ الاحتیاج ضرورت کی چیز۔
مابہِ الامتیاز نشانِ امتیاز۔
مابہِ النزاع جھگڑے کی بِنا۔
مارکا جیسے: شیر مارکا۔
مال گزار
مال گزاری

مانجھا
مانجھی
ماننا
ماوا جاے پناہ، ٹھکانا۔
ماوزی تنگ
مائل
مُباح جائز۔
مُبتذل عام، حقیر۔
مُباہات فخر، بڑائی، شیخی۔
مَبدَء شروع ہونے کی جگہ، ظاہر ہونے کی جگہ۔
مبدءِ کُل مجازاً: خدا۔
مبدءِ فیاض
مبدءِ فیض
مُٹاپا
مُتبحّر بہت بڑا عالم فاضل۔
مُتبنّا بے پالک۔۔
مُتحیّر حیرت زدہ۔
مُتذبذِب شک میں پڑنے والا، فیصلہ نہ کرپانے والا۔
مُتضمّن شامل، داخل۔
مُتعذّر دشوار۔
مُتعرِض روکنے والا۔
مُتعسّر دشوار۔
مُتعہ

مُتفحِّص تلاش کرنے والا۔
مُتمتّع فائدہ اٹھانے والا۔
مُتنازَع فیہ جس میں اختلاف یا جھگڑا ہو۔
مُتنبّہ ہوشیار، خبردار۔
مُٹ بھیڑ
مُثمّن آٹھ پہلو والا۔
مُثنّا دوسری نقل، نقل مطابقِ اصل۔
مجتبا
مُجلّا جلا کیا ہوا، چمکایا ہوا۔
مجلّہ رسالہ۔
مجمع، مجمعے، مجمعوں
مجھ کو
مجھے
مجیرا
مچلکا
مُچھندر
مُحاذی مقابل۔
مُحشّا وہ متن جس کے ساتھ حاشیہ بھی ہو۔
محضر جس کاغذ پر قاضی کی مُہر لگی ہوئی ہو۔ وہ تحریر جس پر کسی دعوے کے ثابت کرنے کے لیے لوگ اپنی مہریں لگائیں یا دستخط کریں۔

محکمہ جات
محنتانہ
مُحیی مخلوق کو زندہ رکھنے والا، ناموں کا جُز، جیسے: محی الدین۔
مُخاصمت دشمنی، آپس میں جھگڑا۔
مخروطی گاؤدم، گاجر کی وضع کا۔
مُخمصہ جھگڑا بکھیڑا، جھمیلا۔
مُدّعا
مدھیہ جیسے: مدھیہ پردیش
مُذاکرہ باہم ذکر کرنا۔ مباحثہ۔
مَذلّت ذلت۔
مَذموم بُرا۔
مُذنِب گنہ گار۔
مُذہّب جس پر سونا یا سونے کا پانی چڑھایا گیا ہو۔
مِرآت آئینہ۔
مُرافعہ اپیل
مُربّا
مربّع
مرتضا
مُرخّص رخصت کیا گیا، اجازت دیا گیا۔
مردانہ
مردوا، مردوے، مردووں
مرزئی
مرغا

مَرغزار چراگاہ۔
مرفوعُ القلم وہ شخص جس کا جُرم قابلِ باز پرس نہ ہو۔ معذور۔
مرفّہ الحال خوش حال۔
مروّتاً
مرہٹا
مُزاحِم روکنے والا۔
مُزارِع کسان۔
مُزاولت مشق۔
مُزخرف بناوٹ کی بات، بیہودہ بات۔
مَزرع، مَزرعہ کھیتی۔
مِزائل
مِژگاں مژہ کی جمع۔
مِژہ پلک۔
مَسّا
مَسالا
مُستثنا
مُستغیث فریادی۔ دعوا دائر کرنے والا۔
مُستفیض فیض چاہنے والا۔ فیض اٹھانے والا۔
مسخرہ
مِسرا ناموں کا جُز، جیسے: رام پال مسرا۔
مُسطّح بچھا ہوا، پھیلا ہوا، چوڑا، کھلا۔

مِسل
مُسمّا
مُسمّات
مصرع، مصرعے، مصرعوں
مصطفا
مُصفّا
مُصلّا جانماز۔
مُضائقہ
مُضحِک ہنسانے والا۔
مَضحکہ
مِضراب
مَضرّت نقصان۔
مضیٰ ما مضیٰ گزرا سو گزرا۔
مطبع، مطبعے، مطبعوں
مطلع، مطلعے، مطلعوں
مطمئن
مع جیسے: مع کتاب و قلم۔
معائنہ
مُعلّا
معمّا
مُغلئی
مِقراض قینچی۔
مقطع، مقطعے، مقطعوں
مُقفّا
مکئی

ملبا
ملغوبا
مُلمّع
ملیدا
منادا
منجدھار
منجھولا، منجھولی
مُنڈاسا — پگڑی۔
مُنقّا
مُنہ
مُنہا مُنہ
منہدی
منہگا، منہگائی
منہنگ مولا
مُنہنال
منھیار
مواخذہ
مواخذوں
موازنہ، موازنوں
موافق، موافقوں
موافقت، موافقتوں
مُؤثّر
مُوچھ
مُؤدّب
مُؤذِّن

مُؤذّنوں
مورچا
مؤرّخ
مؤرّخوں
مؤرّخہ
مُوزہ
موسٰا (موسیٰ)
مُؤسّس
موضع، موضعے، موضعوں
مُؤقّر — عزّت دار۔
موقع، موقعے، موقعوں
مُؤکِّد — تاکید کرنے والا۔
مُؤکّد — تاکید کیا گیا۔
موکّدہ
موکّل
موکّلوں
مولا
مولانا
مُؤلّف
مؤلّفوں
مؤنّث
مؤنّثوں
مُؤیّد — تائید کرنے والا۔
مہتا — جیسے: اشوک مہتا۔
مہوا

مہوبا
مہینا
مئی
مے — شراب۔
مےِ صاف
میانا — ایک قسم کی پالکی۔
میانہ — جیسے: میانہ روی، میانہ قد، یا درمیانہ۔
مِیر
مِیلا
مَیل خورا
میں نے
مِیو
نا — تاکید کے لیے، جیسے: جاؤنا، دیکھانا۔ نفی کے لیے "نہ" آتا ہے، جیسے: نہ جاؤ۔
ناتا
ناڑا
ناشتا
ناشکرا
ناکا — سوئی کا ناکا، شہر کا ناکا۔ ایک دریائی جانور۔
نالا — جیسے: ندی نالا۔

نالہ جیسے: آہ و نالہ۔
نانّو نام۔
ناو
نائب
نبھاو
نتیجتاً
نخرا
ندیدا
نذر
نذرانہ
نَذیر جیسے: نذیر احمد، نذیر حسن۔
نرائن، نرائن
نُزہت بے عیب ہونا، تروتازہ، پاکیزگی۔
نژاد اصل، نسب، نسل۔
نژند غمگین، پست، خوار۔
نسبتاً
نشیلا
نصارا
نصیبا
نظر گزر
نظیر مانند، مثل۔ فیصلہ عدالتِ اعلا کا۔
نقشا
نقش نام۔

نکہت
نکیلا
نمایش
نمایشی
نمایندہ، نمایندگی
نمدا
نمک پارا
نودولتا
نورالہدا
نوگزا
نوک جھونک
نُہ نَو (۹)۔
نِہ فارسی کے مصدر نہادن (رکھنا) کا فعلِ امر۔
نہ کلمۂ نفی، جیسے: نہ جاؤ۔
نہتا
نَہٹا ناخن سے نوچنے کا نشان۔ جانور کے پنجے کا نشان۔
نیو
نیوتا
واژگوں اوندھا۔
واژوں اوندھا، منحوس۔
واگذاشت
واو

وائن
وائسرائے
وائے کلمۂ افسوس۔
وَتیرہ عادت، شیوہ، طریقہ۔
وُسطا جیسے: مشرقِ وسطا
وکٹوریا
ولایتی
ہاتھ
ہاتھی
ہامی اقرار۔ جیسے: ہامی بھرنا۔
ہائل ہول ناک، شدید۔
ہائلہ جیسے: واقعۂ ہائلہ۔
ہائے
ہائے ہائے
ہَتا
ہَتی
ہتکڑی
ہتھ پھول
ہتھ پھیری
ہتھ چھُٹ
ہتھ نال
ہتھنی
ہتیار
ہتیا لینا

ہتیلی
ہچکولا
ہرج
ہرجا
ہرجانا
ہرجاخرچا
ہرج مرج
ہمالا
ہم پایہ، ہم پایگی
ہم سایہ، ہم سایے، ہم سایوں

ہم سایگی
ہندستان
ہندو، ہندوؤں
ہنڈولا
ہنسیا، ہنسیے، ہنسیوں
ہونٹ
ہونق
ہوا، ہوئی، ہوئے
ہواو ہمت، جرات۔
ہیرڈریسر

ہیولا ہرچیز کا مادہ، اصل اور ماہیت۔ ڈول، ڈھانچا۔ بدقوارا، بدشکل۔
ہیہات افسوس۔
ہیئت جمع: ہیآت۔
یاسین
یحیا (یحییٰ)
یونی ورسٹی
یہ